فہرست مضامین

اللہ پر اعتقاد کا مسئلہ

ذات وصفات پر اعتقاد کا مسئلہ

تقدیر پر اعتقاد کا مسئلہ

نسبت خیر وشر کا مسئلہ

اللہ تعالیٰ کے قادر، خود مختار اور موجب بالذات ہونے کا مسئلہ

روایت باری تعالیٰ کا مسئلہ

فرشتوں پر اعتقاد کا مسئلہ

انبیاء علیہم السلام پر اعتقاد کا مسئلہ

حضرت محمد ﷺ پر اعتقاد کا مسئلہ

معراج پر اعتقاد کا مسئلہ

کتب سماویہ پر اعتقاد کا مسئلہ

کلام الٰہی کے قدیم اور حادث ہونے کا مسئلہ

امامت پر اعتقاد کا مسئلہ

اولیائے کرام پر اعتقاد کا مسئلہ

قیامت پر اعتقاد کا مسئلہ

قبر پر اعتقاد کا مسئلہ

منکر و نکیر کے سوال، پل صراط، میزان، حساب، جنت

دوزخ پر اعتقاد کا مسئلہ

بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ کرنے پر اعتقاد کا مسئلہ

جنت کی نعمتوں پر اعتقاد کا مسئلہ

دوزخ کے عذاب پر اعتقاد کا مسئلہ

کتاب الاعتقادیہ کی حقیقت

سید العارفین حضرت شاہ سید محمد نور بخش موسوی قہستانی علیہ الرحمۃ نے "فقہ احوط" کے آغاز میں " وَلَانِیًا فِی الْاُصُوْلِ مِنْ بَیْنِ الْاُمَمِ وَکَافَّۃِ اَھْلِ الْعَالَمِ " فرما کر اصولی مسائل میں موجود اختلاف کے رفع کرنے کا جو ذکر فرمایا ہے، اس رفع اختلاف کا مصداق کتاب الاعتقادیہ ہے۔ شاہ سید علیہ الرحمہ نے اس کتاب میں اصولی اختلافات کے حقائق کی جس عادلانہ انداز اور عارفانہ کردار سے نقاب کشائی کی ہے وہ اہل علم حضرات سے پوشیدہ نہیں۔ اگر اہل علم حضرات اپنے اپنے مخصوص گروہی رجحانات سے کچھ لمحے کے لیے عدم ایثار کی طرف آ کر کتاب مذکورہ کا بغور مطالعہ کریں تو وہ ضرور اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ واقعی شاہ سید علیہ الرحمہ نے علم کلام کے اصولی مسائل کے بحر بیکراں کو کوزے میں بند کر دیا ہے اور کتاب الاعتقادیہ "خَیْرُ الْکَلَامِ مَاقَلَّ وَ دَلَّ " کی واضح مصداق ہے۔

نہج خطاب

شاہ سید علیہ الرحمہ نے اپنے حسب دستور بالذات اپنے عظیم فرزند جناب شاہ قاسم فیض بخش سے خطاب کیا ہے۔ مگر " اَیُّھَا الْوَلَدُ الْاَعَزُّ مِنَ الرُّوْحِ الخ " بالفعل ہر فرد

ماڈی بیج سے حاصل ہونے والی پیداوار مادی پیداوار کہلاتی ہے اور روحانی بیج سے حاصل ہونے والی پیداوار روحانی پیداوار کہلاتی جاتی ہے۔ ماڈی پیداوار کا انجام کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَاتُسْرِفُوا کا عملی پہلو ہے اور روحانی پیداوار کا نتیجہ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ کا مصداق ہے۔

لازمہ:۔

انسان کو دونوں قسم کے پیداواری حصول میں کٹھن مراحل سے بھی گزرنا پڑتا ہے۔ اس کے لئے انسان کو ہر وقت چاق وچوبند رہنے کہ ضرورت ہے دونوں پیداوار کے حصول کی لائق ومناسب مشقت برداشت کرنے کی صلاحیت اجاگر کرنا ہر ایک انسان کے ذمہ لازم ہےتا کہ وہ ابتدا کی ہر گھڑی میں ثابت قدم رہ سکے فرمان خُداوندی ہے:۔

وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً (القرآن)

ترجمہ:۔ ہم تم کو آزمائش طَور پر خیر وشر میں مبتلا کریں گے۔

چنانچہ خُداوندِ عالم کی طرف سے آزمائش کی گھڑی بھی ہر ایک فرد بشر پہ آجاتی ہے۔ اگر آدمی اس آزمائش میں پوری طرح کامران رہے تو وہ اپنا مقصد پا لیتا ہے۔ اگر انسان آزمائش کی کھٹن گھڑی سے تنگ آکر بے صبری کا مظاہرہ کرے تو کامیابی کوسوں دور رہتی ہے۔ لہذا بنی نوع انسان کے لئے از بس ضروری ہے کہ وہ ارشادات ربانی کے مطابق اپنی ماڈی زراعت گاہ کی بھی صحیح دیکھ بھال کرے اور اپنی روحانی زراعت گہ کی نگہداشت بھی صحیح معنوں میں کرے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ امر بھی ضروری ہے کہ ماڈی نگہداشت

روحانی نگہداشت کے تابع رہے تا کہ مادیّت بھی ایک حد تک روحانیت سے فیضیاب ہو سکے۔ یہ کام انسان کے لئے کوئی دشواری کا باعث نہیں کیونکہ اللہ پاک نے اُسے عقلِ سلیم عطا کر رکھی ہے۔ وہ دفع مضرّت اور جلب منفعت کت طریقوں سے آگاہ ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔ وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَينِ (القرآن)

ترجمہ:۔ ہم نے انسان کو دونوں راستے دکھا دیئے۔

چنانچہ اب انسان کی اپنی چاہت کا فیصلہ ہے۔ وہ فرمان خداوندی پر عمل کر کے راہ نجات پر گامزن ہو جائے یا حکم الٰہی کی خلاف ورزی کو اپنا کر ہلاکت و بربادی کو مول لے۔ ارشاد الٰہی فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ کی رو سے زراعت گاہِ آخرت کے بہت سے عارضی کاشتکار مستقل مالک بنے کی صورت میں اپنا اپنا انجام فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ کی شکل میں دیکھتے ہیں۔ اسی زراعت گاہ کے بہت سے عارضی کاشتکار مستقل مالک بنے کے بجائے ہر طرف سے بیدخلی کے شکار ہو کر اپنا اپنا انجام وَ فَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ کی شکل میں دیکھتے ہیں۔

تکلیفی امور:۔

خلاق کائنات نے بنی نوع انسان کو جن تکلیفی امور کے مکلف بنائے وہ دو قسم کے ہیں:۔

۱۔اصول	۲۔فروع

جو جو احکام اصولی ہیں وہ امور اعتقادیہ یا عقائد کہلاتے ہیں۔

حکم اصول:۔

اصول کا حکم یہ ہے کہ مکلف تصدیق دل کے ساتھ اس کو مان لے اور زبان پر اس کا اقرار کرے۔ اگر دونوں صورتوں میں سے کوئی ایک نہ پائی جائے تو یہ حکم اصول کی خلاف ورزی ہوگی۔ اس صورت میں اصول کی صحت بری طرح متاثر ہوگی۔ جو احکام فروعی ہیں وہ عبادات اعمال کہلاتے ہیں خواہ وہ بدنی ہو یا مالی، قلبی ہوں یا لسانی۔

حکم فروغ:۔

فروعی مسائل کے چار احکام ہیں:۔

۱۔ تصدیق دل کے ساتھ مان لینا۔ ۲۔ زبان سے اقرار کرنا۔

۳۔ بدن سے اقرار کرنا ۴۔ صحیح معنوں میں سنت نبوی کی پیروی کرنا

چاروں کا وجدان صحیح معنوں میں مومن مسلمان ہے۔

چاروں کا فقدان بالکل کافر مطلق ہے۔

اوّل کا فقدان اور ثانی کا وجدان منافق ہے۔

ثالث کا فقدان فاسق ہے۔

رابع کا فقدان بدعتی ہے۔

کتاب الاعتقادیہ کی حقیقت

سید العارفین حضرت شاہ سید محمد نور بخش موسوی قہستانی علیہ الرحمۃ نے ''فقہ احوط'' کے آغاز میں '' وَثَانِیًا فِی الْاُصُوْلِ مِنْ بَیْنِ الْاُمَمِ وَکَافَّۃِ اَھْلِ الْعَالَمِ '' فرما کر اصولی مسائل میں موجود اختلاف کے رفع کرنے کا جو ذکر فرمایا ہے، اس رفع اختلاف کا مصداق کتاب الاعتقادیہ ہے۔ شاہ سید علیہ الرحمہ نے اس کتاب میں اصولی اختلافات کے حقائق کی جس عادلانہ انداز اور عارفانہ کردار سے نقاب کشائی کی ہے وہ اہل علم حضرات سے پوشیدہ نہیں۔ اگر اہل علم حضرات اپنے اپنے مخصوص گروہی رجحانات سے کچھ لمحے کے لیے عدم ایثار کی طرف آ کر کتاب مذکورہ کا بغور مطالعہ کریں تو وہ ضرور اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ واقعی شاہ سید علیہ الرحمہ نے علم کلام کے اصولی مسائل کے بحر بیکراں کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ اور کتاب الاعتقادیہ ''خَیْرُ الْکَلَامِ مَاقَلَّ وَ دَلَّ '' کی واضح مصداق ہے۔

نہج خطاب

شاہ سید علیہ الرحمہ نے اپنے حسب دستور بالذات اپنے عظیم فرزند جناب شاہ قاسم فیض بخش سے خطاب کیا ہے۔ مگر '' اَیُّھَا الْوَلَدُ الْاَعَزُّ مِنَ الرُّوْحِ الخ '' بالتبع ہر ہر فرد مومن بھی مخاطب ہے۔ لہذا سید علیہ الرحمہ کا یہ فرمانا۔ بالتبع ہر ہر مومن مسلمان سے بھی

خطاب ہے۔یہی صورتحال ہر امراعتقادی کے آغاز بیان میں موجود" وَیَجِبُ اَنْ تَعْتَقِدَ الخ "کے خطاب کی ہے۔

اس سے یہ بات بھی مترشح ہوتی ہے کہ جناب شاہ سید علیہ الرحمہ کے ہاں اپنے فرزند کا روحانی مقام بڑا اونچا تھا اور آپؒ اپنے فرزند کے معنوی مقام کی مزد ترقی کے خواہاں رہتے تھے۔ ہر مومن و مسلمان کے حق میں آپ کی یہی آرزو تھی کہ وہ صوری اور معنوی دونوں مقام میں درجہ کمال پر فائز ہوتا کہ حقیقی کامرانی اس کے قدم چوم سکے۔

مسائل

کتاب الاعتقادیہ میں جن اعتقادی امور کا بیان ہے وہ دراصل "اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلَائِکَتِهٖ وَکُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ" کی مختصر اور جامع تشریح و توضیح ہے۔ یہ درحقیقت ہمارے وہ پانچ اصول دین ہیں جن کو ہم اپنی دینی اصطلاح میں کلمۂ بنائے ایمان کے نام سے روزانہ ورد زبان رکھتے ہیں۔ ان پانچوں اصول دین کا ماخذ قرآن پاک ہے۔ قرآن پاک میں ان کا ذکر بالکل اسی ترتیب سے موجود ہے۔ فرمان الٰہی ہے "وَمَنْ یَّکْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِکَتِهٖ وَکُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِیْدًا"(القرآن بسورۃ النساء)

ترجمہ: جو کوئی بھی اللہ اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے پیغمبروں، اور یوم آخرت (کے بنیادی عقیدے) کا انکار کرے تو وہ یقیناً بڑے دور کی گمراہی کا شکار ہو گیا۔

خداوند عالم نے ان پانچ بنیادی عقائد کے انکار پر قرآن مجید میں انتہائی شدید

وارننگ دی ہے اور صاف طور پر ارشاد فرمایا ہے کہ ان کا منکر مکمل طور پر بہت بڑی گمراہی کا شکار ہوگا۔ اللہ پاک کی اس شدید وارننگ کے ضمن میں ہر ایک فرد بشر اس بات کا مکلّف ہے کہ وہ صدق دل سے کہے " اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلاَئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ لاٰخِرِ "

"اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ" قرآن کی روشنی میں

ہمارے پانچوں اصول دین کی ہیئت کذائی جس کا آغاز کلمہ "اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ" سے ہوتا ہے، دراصل ایک پرتاکید صدائے قرآنی پر صدق دل سے مومنین کے لبّیک کہنے کی واضح ترین صورت ہے۔ قرآن مجید میں فرمان الٰہی ہے

" یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَالْکِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَالْکِتٰبِ الَّذِیْ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُط وَمَنْ یَّکْفُرْ بَاللّٰہِ وَمَلٰئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّا لاَ بَعِیْدًا ط"

ترجمہ: مومنو! اللہ، اللہ کے رسول، اس کے رسول پر نازل کی گئی اس کی کتاب اور اس سے پہلے اتاری گئی اس کی کتاب پر ایمان لاؤ اور اپنے ایمان کو ثابت اور برقرار رکھو۔ جو کوئی بھی اللہ، اس کے فرشتوں اس کی کتابوں، اسکے پیغمبروں اور یوم آخرت (کے بنیادی عقیدے) کا انکار کرے تو یقیناً وہ بڑے دور کی گمراہی کا شکار ہو گیا۔

خداوند عالم نے اس فرمان سے مومنین کو خطاب کیا ہے۔ چنانچہ مومنین سے امر بالایمان کا

مطلب اپنے اپنے ایمان پر پوری طرح ثابت قدم رہنے کی تاکید ہے ورنہ تحصیل لاحاصل لازم آتی ہے

جب خداوند عالم نے مومنین کو تاکیدی طور پر "اٰمِنُوْ بِاللہِ " کا حکم دیا اور اپنے رسول مقبول ﷺ، قرآن پاک اور دیگر کتب سماویہ پر اپنے ایمان کو پختہ رکھنے کا خصوصی طور پر تذکرہ فرمایا تاکہ مومنین اپنے بنیادی عقائد میں اللہ کے پیغمبروں اور انکی کتابوں کو خاص اہمیت دیں۔ اس کے بعد پروردگار عالم نے پانچوں بنیادی اعتقادی امور کے انکار پر شدید ترین وارننگ دی تو اس کا تقاضہ یہی ہے کہ ہر مومن تابعداری و فرمانبرداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے "اٰمِنُوْ بِاللہِ" کی صدائے حکم الٰہی پر ازتہ دل لبیک کہے اور نفس الامر کے مطابق "اٰمَنْتُ بِاللہِ "کا نعرۂ ایمان بلند کرے تاکہ عتاب خداوندی کا نشانہ بننے سے نجات مل جائے۔ چنانچہ یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ ہمارے اصول دین کی حیثیت کذائی کا آغاز "اٰمَنْتُ بِاللہِ " سے کیا جانا قرآنی مقتضائے حال کے عین مطابق ہے۔

"اٰمَنْتُ بِاللہِ " کی قرآنی نظیر

کلمہ "اٰمَنْتُ بِاللہِ "کسی دستور ساز اسمبلی کی منظور کردہ کوئی اصطلاحی قرارداد نہیں بلکہ یہ تعمیل خداوندی کی روشن ترین شکل ہے۔ اس کی صحت پر قرآنی مہر تصدیق ثبت ہے چنانچہ قرآن پاک میں "اٰمَنْتُ بِاللہِ" کی واضح ترین نظیر موجود ہے۔ ارشاد الٰہی ہے

"اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ"

(القرآن، ج ا)

ترجمہ: جب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ان کے رب نے ارشاد فرمایا (میرے حکم کے آگے) سر تسلیم خم کر۔ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے (تعمیل حکم میں) فرمایا۔ میں نے رب العالمین کے آگے سر تسلیم خم کیا۔

واضح رہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ارشاد خداوندی "اَسْلِمْ" کی تعمیل میں نفس الامر کے مطابق "اَسْلَمْتُ" کہہ کر تابعداری و فرمانبرداری کا مظاہرہ کیا اور اپنی اولاد کو بھی خداوند عالم کے پسندیدہ دین پر چلتے ہوئے ایسا مظاہرہ کرنے کی وصیت فرمائی۔

پس جس طرح سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حکم الٰہی "اَسْلِمْ" کی تعمیل میں "اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" کا نعرہ بلند کیا ہے، اسی طرح سے ہر ہر فرد مومن حکم الٰہی "اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ" کی تعمیل میں "اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ" کا نعرہ بلند کرتا ہے۔ گویا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نعرہ اسلام "اَسْلَمْتُ" ہر ہر مومن کے نعرہ ایمان "اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ" کی قرآنی نظیر ہے۔ کسی امر کی قرآنی نظیر اس امر کے قطعی ثبوت کے لیے دلیل قطعی کا درجہ رکھتی ہے۔ لہٰذا ہر ایک مومن اپنی باطنی پاکیزگی کو برقرار رکھنے کے لیے تقاضائے امر الٰہی کے مطابق کلمہ "اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ" کا نعرہ ایمان ہر روز بلند کرتا رہتا ہے تا کہ سعادت دارین حاصل ہو۔

نبوت کو صحیح معنوں میں لوگوں تک پہنچانے کا کام انجام دیتی ہے۔ اسی کا نام خلافت بھی ہے لیکن اس سے مراد وہ خلافت ہے جو صوری اور معنوی دونوں پہلو رکھتی ہے تاکہ اس میں کوئی ضعف و ناتوانی پیدا نہ ہو جو منافی امامت ہے۔ معلوم ہوا کہ جہاں پانچ بنیادی اصول کی تشریح و توضیح کی جاتی ہے وہاں ان کے لوازمات، مناسبات اور متعلقات کا بھی بیان کیا جاتا ہے۔ چنانچہ کتاب الاعتقادیہ میں کلمہ "اٰمَنْتُ بِاللہ" کے لوازمات وغیرہ کا بیان بھی محققانہ انداز میں کیا گیا ہے جو مطابق اصول ہے۔

علوم نبوت کے وارث ائمہ کرام علیہم السلام

جب یہ بات واضح ہوگئی کہ منصب امامت نبوت کا لازم یقین امر ہے تو اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ پاک نفوس کون کون سے ہیں جو اس منصب امامت کے صحیح حقدار ہیں۔ ذرا قرآن کا فیصلہ سن لیجیے۔

فرمان الٰہی ہے

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا ج فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَیْرٰتِ ۚ (القرآن)

ترجمہ: پھر ہم نے ان لوگوں کو کتاب کا وارث بنایا جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے چن لیا۔ اس لیے کہ بعض اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض میانہ روی اختیار کرنے والے ہیں اور بعض نیک اعمال کی بجاآوری میں سبقت لے جانے والے ہیں۔

خداوند عالم نے جن پاک نفوس کو وارثین کتاب بنایا وہ پاک نفوس وہ ائمہ کرام علیہم السلام ہیں جنہوں نے منصب نبوت کے خاتمے کے بعد علوم نبوت کی صحیح ترجمانی کا حق ادا کیا ہے۔ وہ ائمہ کرام علیہم السلام علی الترتیب یہ ہیں۔

۱۔ آدم الاولیاء حضرت علی علیہ السلام

۲۔ امام حسن علیہ السلام

۳۔ امام حسین علیہ السلام

۴۔ امام زین العابدین علیہ السلام

۵۔ امام محمد باقر علیہ السلام

۶۔ امام جعفر صادق علیہ السلام

۷۔ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

۸۔ امام علی رضا علیہ السلام

۹۔ امام محمد تقی علیہ السلام

۱۰۔ امام علی نقی علیہ السلام

۱۱۔ امام حسن عسکری علیہ السلام

۱۲۔ خاتم الاولیاء حضرت امام محمد مہدی آخرالزماں علیہ السلام

شاہ سید علیہ الرحمہ نے کتاب الاعتقادیہ میں بیان امامت کے اختتام پر جو فرمایا ہے

"وَلِیَ عَلٰی ذٰلِکَ وُثُوقٌ فَتَأَمَّلْ وَاعْرِفِ الْاَئِمَّۃَ الْمَاضِیْنَ وَالْبَاقِیْنَ وَقُرْ

فَوْزًا عَظِیْمًا

یعنی بیٹے! مجھے تیری حساس ذہانت پر پورا پورا اعتماد ہے تو سوچ بچار کر گذشتہ و باقی ماندہ ائمہ کرام کی خوب پہچان کر اور بڑی کامرانی سے ہم کنار ہو جا اس کا ارشاد ان ہی ائمہ کرام علیہم السلام کی طرف ہے۔

اصول کی اہمیت

یہ حقیقت سب پر عیاں ہے کہ فروعی اعمال کے بار آور ہونے کا انحصار اصولی عقائد کی صحت پر ہے۔ چنانچہ ضروری اعتقادی امور سے آگاہ ہونا ہر ایک مکلف کے حق میں لازمی امر ہے چونکہ اصولی مسائل کافی باریکی کے حامل ہوتے ہیں۔ اس بناء پر جن جن اعتقادی امور کا بیان شاہ سید علیہ الرحمہ نے کتاب الاعتقادیہ کی شکل میں پیش کیا ہے اور جس قدر تشریح و توضیح کی ہے۔ اسی قدر اعتقاد کا حامل ہونا ہر نور بخشی فرد کے لیے کافی ہے۔ اس بارے میں غیر ضروری مسائل سے چھیڑ چھاڑ کرنا اور اپنی حیثیت سے نکل جانا تباہ کن ہوا کرتا ہے۔ آدم الاولیاء جناب امیر علیہ السلام کا فرمان ہے "رَحِمَ اللّٰہُ امْرَأً عَرَفَ قَدْرَہٗ وَلَمْ یَتَعَدَّ طَوْرَہٗ " یعنی اللہ اس شخص پر رحم کرے جس نے اپنی قدر و منزلت کو پہچانا اور اپنی حیثیت سے آگے نہ گیا۔

پس ہمارے لیے بھی ضروری ہے کہ ہم اعتقادی امور کے بارے میں طبع آزمائی سے کنارہ کش رہیں اور شاہ سید علیہ الرحمہ کی تعلیمات کی پیروی کرتے ہوئے اصول و

فروع دونوں میں ان ہی کی رہبری کو تسلیم کریں، اس لیے کہ شاہ سید علیہ الرحمہ کی تعلیمات ان کی ذاتی آراء نہیں بلکہ وہ چہاردہ معصومین علیہم السلام کی تعلیمات کی آئینہ دار ہیں۔ لہذا اگر ہم ضروری حد تک اپنے اصولی مسائل سے باخبر رہیں تو یقینی طور پر بیگانے نظریات و اعتقادات کو ہماری طرف پھٹکنے کا بھی موقع نہیں مل سکے گا اور نہ ہی کسی کو یہ جسارت ہوگی کہ وہ اہل نوربخشیہ کو اپنے برانچ آفس کے ملازمین کا درجہ دے۔ اس لیے کہ ہمارا استقلالی وجود ہر لحاظ سے ایک مسلمہ حقیقت ہے۔

ترجمہ اردو

کتاب الاعتقادیہ عربی میں ہونے کی وجہ سے عربی زبان سے ناآشنا حضرات کے لیے اصولی مسائل کا جاننا دشوار تھا۔ جدید تعلیم یافتہ فرزندان قوم کی ایک خاص بڑی تعداد دینی اصول وفروع سے گہری دلچسپی رکھتی ہے۔ لہذا ان کی سہولت کے پیش نظر اس بندہ ناچیز نے کتاب الاعتقادیہ کو بھی اردو کا جامہ پہنایا تاکہ ہمارے پرخلوص، پرعزم اور پرجوش جدید تعلیم یافتہ نوجوان طبقہ فروعی مسائل کے ساتھ اصولی مسائل سے بھی باخبر ہو کر ملک وملت کی بہترین خدمات انجام دے سکے۔

کتاب کی عربی عبارات متن پوری طرح محفوظ ہیں۔ ہر ہر امر اعتقادی کے بیان کی عربی عبارتوں کو پوری طرح لکھنے کے بعد ان کا بامحاورہ اردو ترجمہ پیش کیا گیا ہے۔ اصولی اصطلاحات کا تحفظ کیا گیا ہے۔ حتی الامکان ترجمہ کو مطلب خیز بنادیا گیا ہے۔ ہر ایک اعتقادی امر کے لیے عنوان قائم کردیا گیا ہے اور کتاب کے اسلوب بیان کو برقرار رکھا گیا ہے۔ واضح رہے کہ بندہ نے

کتاب الاعتقادیہ کے دو قدیم قلمی نسخوں کا آپس میں موازنہ کر کے ترجمہ کا کام پایہ تکمیل کو پہنچایا ہے۔ ایک قلمی نسخے کے اختتام کتابت کی تاریخ یوں مرقوم ہے

تاریخ پانزدہم شہر محرم الحرام بروز چہارشنبہ بوقت عصر باتمام رسید ۱۲۲۶ھ "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ"

الٰہی ہر آن کس کہ ایں خط نوشت ...... عفو کن گناہش عطا کن بہشت

دوسرے قلمی نسخے کے اختتام کتابت کی تاریخ یوم مرقوم ہے

یوم دوشنبہ دو تاریخ پانزدہم شہر ذوالقعدہ ۱۲۳۱ھ

وجود کا بٹوارہ

چونکہ مطلق کی تین قسمیں ہیں

(۱) وجود وجوبی (۲) وجود امکانی (۳) وجود امتناعی

اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے۔ غیر اللہ ممکن الوجود ہے اور شریک باری تعالیٰ ممتنع الوجود ہے اس بٹوارے کی رو سے انسان بھی ممکن الوجود ہے۔ لہذا انسانی کارگزاریوں میں فکری کشمکش وغیرہ کی وجہ سے لغزش اور خامی کا وجود بھی ممکن ہے اور یہی تقاضائے بشریت میں داخل ہے۔

بندہ ناچیز نے "کتاب الاعتقادیہ" کے ترجمے کا کام حتی المقدور انتہائی احتیاط برتتے ہوئے شاہ سید علیہ الرحمہ کے اسلوب بیان کے مطابق سر انجام دیا ہے۔ تاہم علمائے کرام سے توقع ہے کہ وہ تعمیری تبصرے کے ذریعے اپنی آراء کا اظہار فرما کر شکریہ کا موقع بخشیں گے اور اس بندہ ناچیز کو اپنی نیک دعاؤں میں فراموش نہیں کریں گے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی اپنی حیثیت کے مطابق دینی خدمات سر انجام دینے کی توفیق بخشے تاکہ سعادت دارین حاصل ہو۔ آمین

"اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ"

خیر اندیش

محمد بشیر فاضل عربی

ابتدا میکنم ایں رسالہ را بنام حضرت ایزد معبود کہ منعم خلائق است در نشاۃ دنیاوی و منجی مخلصاں
است از عذاب ہجراں و نیران در عالم عقبیٰ

ترجمہ: ہر چیز کی ابتداء بڑے مہربان، رحم والے اللہ کے نام سے ہے۔ میں اس رسالے کا آغاز اس حقیقی معبود کے نام سے کرتا ہوں جو دنیاوی زندگی میں تمام مخلوقات کو نعمت عطا کرنے والا ہے اور قیامت کے روز مخلص لوگوں کو رحمت کی دوری اور آگ کے عذاب سے نجات دینے والا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی کَرَّمَ بَنِی اٰدَمَ بِالنَّفْسِ النَّاطِقَۃِ لِلْکُلِّیَاتِ وَفَضَّلَھُمْ بِالْعُلُوْمِ النَّافِعَۃِ وَالْاَعْمَالِ الصَّالِحَۃِ الْحَاکِیَۃِ مِنَ الْاَخْلَاقِ الْحَمِیْدَۃِ عَلٰی سَائِرِ الْکَائِنَاتِ وَالصَّلٰوۃُ عَلَی الَّذِیْنَ شَرَّفَھُمْ بِالْعُقُوْلِ الْکَامِلَۃِ وَالنُّفُوْسِ الزَّاکِیَۃِ وَالْقُلُوْبِ الصَّافِیَۃِ الْقَابِلَۃِ لِعُکُوْسِ التَّجَلِّیَاتِ وَاصْطَفَاھُمْ مِنْ نَوْعِ الْاِنْسَانِ بِالتَّائِیْدَاتِ السَّمَاوِیَّۃِ کَالْوَحْیِ وَالْاِلْھَامِ وَمُشَاھَدَاتِ لُمَغِیْبَاتِ خُصُوْصًا عَلٰی مُکَمِّلِ الشَّرَائِعِ وَخَاتِمِ النُّبُوَّۃِ وَمُفَصِّلِ الْحَقَائِقِ وَجَامِعِ الْوَلَایَاتِ صَلَوَاتُ اللّٰہِ عَلَیْہِ

ترجمہ: تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے بنی آدم کو ضوابط و کلیات کا ادراک کرنے والے نفس کی وجہ سے عزت بخشی اور ان کو فائدہ مند علوم اور ستودہ خصلتوں کا پتہ دینے والے نیک اعمال کی بدولت جملہ کائنات کے مقابلے میں فضیلت عطا کی۔ درود

رحمت خداوندی ان حضرات پر نازل ہو جن کو اللہ نے کامل کامل عقلوں، پاکیزی پاکیزہ نفسوں اور انوار تجلیات الٰہی کی عکس بندی کے قابل صاف صاف دلوں کی بدولت شرافت بخشی اور بنی نوع انسان میں سے وحی اور الہام جیسی آسمانی تائیدات اور پوشیدہ امور کو معنوی انداز میں دیکھنے کی بناء پر انہی کا انتخاب کیا۔ خصوصی طور پر احکام شریعت کی تکمیل کرنے والے سلسلہ نبوت کا خاتمہ کرنے والے، اشیاء کی حقیقتوں کا کھول کھول کر بیان کرنے والے اور جملہ اقسام ولایت کے حامل ﷺ پر درود رحمت الٰہی نازل ہو۔

فَبَعْدُ اعْلَمْ اَيُّهَا الْوَلَدُ الْاَعَزُّ مِنَ الرُّوْحِ صَاحِبُ النُّصْرَةِ وَالظَّفَرِ وَالْفُتُوْحِ السُّلْطَانَ الْاَعْدَلُ وَالْمُقْبِلُ الْاَقْبَلُ ذُوالنَّسَبِ الطَّاهِرِ النَّبَوِيِّ وَالْحَسَبِ الْبَاهِرِ الْعَلَوِيِّ الَّذِيْ امْتَازَ مِنْ سَلَاطِيْنِ الدَّوْرَانِ بِقُبُوْلِ قُلُوْبِ اَهْلِ الْكَشْفِ وَالْعِرْفَانِ وَفَاقَ بِالْعَقْلِ وَالْفَهْمِ وَالْعَقِيْدَةِ الطَّاهِرَةِ عَلَى الْاَقْرَانِ وَاخْتُصَّ بِتَقْوِيَةِ الْاِسْلَامِ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ وَفَّقَكَ اللّٰهُ بِكَمَالِ الْاِيْقَانِ اَنَّ مَعْرِفَةَ ذَاتِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَصِفَاتِهٖ كَمَا هِيَ لَا تَكُوْنُ مَقْدُوْرَةً لِغَيْرِ اللّٰهِ وَلِذَا يَقُوْلُ اَكْمَلُ نَوْعِ الْاِنْسَانِ سُبْحَانَكَ مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ فِيْ اُبَيِّنُ لَكَ مَا لَا بُدَّ مِنْهُ لِتَكُوْنَ مِنْ زُمْرَةِ اَهْلِ الْاِيْمَانِ

ترجمہ: حمد و درود سے فارغ ہونے کے بعد اے جان سے زیادہ عزیز مدد خداوندی فتح مبین اور حقیقی کشائش والے عادل ترین اقتدار والے، بہترین بخت و اقبال والے نبی ﷺ کے

پاک نسب والے ﷺ کے روشن حسب والے وہ بیٹے جو معرفت اور کشف والوں کے دل موہ لینے کی بناء پر اپنے زمانے کے بادشاہوں میں امتیازی شان والے ہیں، عقل سلیم، دینی سمجھ بوجھ اور پاک عقیدے کی وجہ سے اپنے ہمعصروں پر فوقیت رکھتے ہیں اور آخری دور میں اسلام کو تقویت پہنچانے کی بدولت برگزیدہ شخصیت کے مالک ہیں۔ اللہ تجھے دین حق پر کامل یقین رکھنے کی توفیق بخشے تو آگاہ رہ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی حقیقی معنوں میں پہچان کرنا غیر اللہ کے بس کی بات نہیں ہے۔ اسی وجہ سے نوع انسانی کی کامل ترین ہستی یعنی رسول ﷺ اکثر اوقات فرمایا کرتے تھے۔ "سُبْحَانَکَ مَاعَرَفْنَاکَ حَقَّ مَعْرِفَتِکَ" یعنی (اے اللہ) تو پاک ہے، ہم نے تجھ کو اس حد تک نہیں پہچانا جس حد تک تیری پہچان کا حق ہے۔ لیکن میں تیرے لیے اس سلسلہ کی ضروری باتیں بیان کرتا ہوں تاکہ تو ایمان والوں کے گروہ کا ایک فرد کامل بن جائے۔

اللہ پر اعتقاد کا مسئلہ

وَهُوَ اَنْ تَعْتَقِدَ اَنَّ اللّٰهَ وَاجِبُ الْوُجُوْدِ حَيٌّ عَلِيْمٌ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ قَدِيْرٌ ذُوْ اِرَادَةٍ
وَّ كَلَامٍ وَهُوَ بِالْعِلْمِ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ مِنَ الْعَرْشِ وَالْكُرْسِيِّ وَالسَّمٰوٰتِ
السَّبْعِ وَالْاَرَضِيْنَ وَمَا فِيْهِمَا وَفَوْقَ الْعَرْشِ لَا شَيْءَ غَيْرَهٗ عُلُوًّا بِالشَّانِ
لَا بِالْمَكَانِ وَلَا نِهَايَةَ لَهٗ وَهُوَ نُوْرُ الْاَنْوَارِ وَلَيْسَ لَهٗ جِسْمٌ وَلَا كَثَافَةٌ وَلَا
لَوْنٌ وَهُوَ مُنَزَّهٌ عَنْهَا وَ كَانَ مَعْبُوْدَ الْاَنْبِيَاءِ وَالْاَوْلِيَاءِ فِيْ هٰذَا الْمَقَامِ الْاَنْبِيَاءُ
يُسَمُّوْنَهُ الْحَيَّ الْعَلِيْمَ وَالْاَوْلِيَاءُ الْحَضْرَةَ الْعِلْمِيَّةَ وَالْحُكَمَاءُ عَقْلَ الْكُلِّ وَ
نَفْسَ الْكُلِّ وَلَا يُرِيْدُ اَحَدٌ مِنَ الطَّوَائِفِ بِعِبَارَاتِهِمُ الْمُخْتَلِفَةِ الْحَضْرَةَ
الْجَبَرُوْتِيَّةَ مُنَزَّهٌ عَنِ الْاَشْيَاءِ وَ غَنِيٌّ عَنْهَا وَنُوْرُهٗ يُفِيْضُ على السَّمٰوٰتِ
وَفِيْ هٰذَا الْمَقَامِ الْاَنْبِيَاءُ يُسَمُّوْنَهُ الرَّبَّ وَالْخَالِقَ وَالرَّازِقَ وَالْاَوْلِيَاءُ
بِالصِّفَاتِ الْاَفْعَالِيَّةِ وَالْمَلَائِكَةِ السَّمٰوِيَّةِ وَالْحُكَمَاءُ بِالْعُقُوْلِ وَالنُّفُوْسِ
الْفَلَكِيَّةِ وَالْقُوٰى وَالْمَلَكَاتِ وَرُوْحَانِيَّاتِ الْكَوَاكِبِ وَهٰذِهِ الرُّوْحَانِيَّاتُ
تُفِيْضُ عَلَى الْعَنَاصِرِ وَالْمَوَالِيْدِ وَفِيْ هٰذَا الْمَقَامِ الْاَنْبِيَاءُ يُسَمُّوْنَهٗ
بِالْمَخْلُوْقَاتِ وَالْاَوْلِيَاءُ بِالصِّفَاتِ الْاٰثَارِيَّةِ وَالْاَرْوَاحِ الْمُنْطَبِعَةِ وَالْحُكَمَاءُ

بِالْقُوَای الْمُنْطَبِعَةِ وَالْمُرَادُ بِعِبَارَاتِهِمْ ذَاتُہٗ وَصِفَاتُہٗ وَاَفْعَالُہٗ وَآثَارُہٗ

اس بات پر اعتقاد رکھنا واجب الوجود اللہ، بذات خود زندہ ہے، جاننے والا ہے، سننے والا ہے، دیکھنے والا ہے، ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے، صاحب ارادہ ہے اور صاحب کلام ہے، اس کا علم عرش و کرسی ساتوں آسمان و زمین اور ان میں موجود اشیاء سے لے کر ہر چیز پر محیط ہے۔ بالائے عرش پر اس کے کلی وجود کے سوا کوئی بھی چیز نہیں ہے وہ مکان کے اعتبار سے نہیں بلکہ شان کے لحاظ سے بلند و بالا ہے اس کو کوئی انتہا نہیں وہ نور الانوار ہے اس کا نہ کوئی جسم ہے نہ اس کی کوئی کثافت ہے اور نہ ہی اسکا کوئی رنگ ہے وہ تو ان چیزوں سے پاک ہے وہ پیغمبروں اور ولیوں کا معبود ہے (اسی طرح سے پیغمبروں اور ولیوں کے نقوش اقدام پر چلنے والے تمام انسانوں کا معبود ہے)۔ اس مقام پر انبیاء علیہ السلام اسے حیٌّ اور عَلِیْمٌ کے نام سے اولیائے کرام حضرۃ علیہ کے نام سے اور حکماء لوگ عقل کل اور نفس کل کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ ان گروہوں میں سے ہر ایک کی اپنی اپنی مختلف اصطلاحی عبارتوں سے مراد صرف اللہ ہی ہے وہ اس مقام جبروت میں تمام چیزوں سے بالکل پاک اور ان سے بے نیاز ہے۔ اس کا نور آسمانوں کو روشنی کا فیض پہنچاتا ہے۔ اس مقام پر انبیاء علیہم السلام اُسے رب، خالق اور رازق کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ فیضانِ ور کے ان مظاہر کو اولیائے کرام صفات افعالیہ اور ملائکہ سماویہ کے نام سے اور حکماء لوگ عقول فلکیہ، نفوس فلکیہ، قوائے فلکیہ، ملکات اور روحانیت کواکب کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ یہ روحانیت عناصر (یعنی آگ، پانی اور ہوا اور مٹی) اور موالید (یعنی حیوانات،

نباتات اور جمادات) کو فیضیاب کرتی ہیں۔ فیضان روحانیات کے اس مقام پر اللہ کے ان مظاہر کو انبیاء علیہم السلام مخلوقات کے نام سے اولیائے کرام صفات آثاریہ اور ارواح منطبعہ کے نام سے اور حکماء لوگ قوائے منطبعہ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ ان کی اصطلاحی عبارتوں سے اللہ پاک کی ذات، صفات، افعال اور آثار مراد ہیں۔

ذات وصفات پر اعتقاد کا مسئلہ

وَيَجِبُ اَنْ نَعْتَقِدَ اَنَّ الصِّفَةَ مِنَ الذَّاتِ كَالْوَاحِدِ مِنَ الْعَشَرَةِ فَمَنْ قَا الْوَاحِدُ
عَيْنُ الْعَشَرَةِ صَدَقَ بِمَعْنَى اَنَّ الْعَشَرَةَ عَشَرَةُ احَادٍ وَاِنْ خَرَجَتِ الْاٰحَادُ
بِتَمَامِهَا مِنَ الْعَشَرَةِ لَمْ يَبْقَ مِنَ الْعَشَرَةِ شَيْءٌ، فَيُعْلَمُ اَنَّ الْوَاحِدَ عَيْنُ
الْعَشَرَةِ وَمَنْ قَالَ اَنَّ الْوَاحِدَ غَيْرُ الْعَشَرَةِ صَدَقَ بِمَعْنَ اَنَّ مَفْهُوْمَ الْوَاحِدِ
غَيْرُ مَفْهُوْمِ الْعَشَرَةِ وَمَنْ قَالَ الْوَادِةُ لَاعَيْنُ الْعَضَرَةِ مَنْ كُلِّ الْوُجُوْهِ
وَلَاغَيْرُ الْعَشَرَةِ مِنْ كُلِّ الْوُجُوْهِش صَدَقَ لِاَنَّه غَيْرُ خَارِجٍ مِنَ الْعَشَرَةِ فَلَا
يَكُوْنَ غَيْرَهٗ وَلَا يَكُوْنَ تَمَامَ الْعَشَرَةِ فَلَا يَكُوْنَ تَمَامَ الْعَشَرَةِ فَلَا يَكُوْنَ
عَلَيْنَهٗ فَيُعْلَمُ فَمَجْمُوْعِهَا عَيْنُ الذَّاتِ حَقِيْقَةً يَعْنِي اَحَادُ الْعَشَرَةِ مِنْ حَيْثُ
مَجْمُوْعِهَا عَيْنُ الْعَشَرَةِ لَا كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهَا

اس بات پر اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ صفات خداوندی ذات خداوندی میں سے ہیں۔ جیسے دس میں سے ایک۔ پس جو کوئی یہ کہے کہ ایک دس کا عین ہے تو یہ بات اس معنی کی رو سے سچ ہے کہ دس، دس اکائیوں کا نام ہے۔ اگر یہ اکائیاں مکمل طور پر دس سے باہر ہو جائیں تو دس میں سے کوئی چیز باقی نہیں رہ سکتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک دس کا عین ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ ایک دس کا غیر ہے تو یہ بات اس معنی کی رو سے سچ ہے کہ ایک کا

مفہوم دس کے مفہوم کا غیر ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ ایک ہر لحاظ سے دس کا نہ عین ہے اور نہ ہر لحاظ سے ایک دس کا غیر ہے تو یہ بات صحیح ہے کیونکہ ایک دس سے باہر نہیں، لہذا وہ دس کا غیر نہیں ہو سکتا چنانچہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات ذاتیہ اپنی مجموعی حیثیت سے حقیقتاً عین ذات ہیں مطلب یہ ہے کہ دس کی اکائیاں اپنی مجموعی حیثیت سے عین دس ہیں نہ کہ ہر ایک اکائی عین دس

تقدیر پر اعتقاد کا مسئلہ

وَيَجِبُ اَنْ تَعْتَقِدَ اَنَّ التَّقْدِيرَاتِ الْاَزْلِيَّةَ مُحِيطَةٌ بِمَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ مِنَ الْكُلِّيَاتِ وَالْجُزْئِيَّاتِ بِحَيْثُ مِنْ فَجْرَةٍ لَمْ يَكُمْ اِلَّا بِقَدْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى شَانُهٗ وَمَنْ كَانَ مُتَشَكِّكًا فِيْ هٰذِهِ الْكَلِمَةِ الْمُحَقَّقَةِ فَعَلَيْهِ اَنْ يَتَعَلَّمَ النُّجُوْمَ لِيَعْلَمَ يَقِيْنًا مِنْ تَجْرِبَةِ اَحْكَامِ الْمَوَالِيْدِ اَنَّ كُلَّ صَغِيْرٍ وَ كَبِيْرٍ مُسْتَطَرٌ وَتَجْرِبَةُ اَحْكَامِ الْمَوَالِيْدِ تُوْجِبُ يَقِيْنًا كَامِلًا شَامِلًا فِي الْقَدْرِ لِاَنَّ الْحَكِيْمَ الْكَامِلَ الْمُتَبَحِّرَ فِيْ عِلْمِ النُّجُوْمِ يَحْكُمُ عَلَى الْمَوْلُوْدِ الَّذِيْ يَرْصُدُ دَرَجَةَ طَالِعِهٖ وَدَقِيْقَتِهٖ بِاَنَّهٗ عَالِمًا كَانَ اَوْ جَاهِلًا صَالِحًا اَوْ فَاسِقًا غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا خَيْرًا اَوْ شَرِيْرًا حَاكِمًا اَوْ مَحْكُوْمًا عَزِيْزًا اَوْ ذَلِيْلًا طَوِيْلًا عُمْرُهٗ اَوْ قَصِيْرًا بَخِيْلًا اَوْ سَخِيًّا سَعِيْدًا اَوْ شَقِيًّا وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى يَقُوْلُ فِي الْكِتَابِ الْكَرِيْمِ وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ وَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى شَانُهٗ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ اِلَى الْاَرْضِ

اس بات پر اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ ازل کی تقدیرات کائنات کی جملہ کلیات اور جزئیات کے گذشتہ اور آئندہ امور پر محیط ہیں، بایں طور کہ اگر کسی درخت کا کوئی پتہ گر جائے تو اس کا گر جانا بڑی شان والے اللہ پاک کی تقدیر ہی کے مطابق ہوتا ہے۔ جو کوئی

اس واضح طور پر ثابت شدہ بات کے بارے میں شک وشبہ کا شکار ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ علم نجوم سیکھ لے تاکہ احکام موالید کے تجربہ سے وہ یقینی طور پر یہ جان جائے کہ چھوٹے بڑے ہر ہر امر کے شمول تقدیر کا پورا پورا یقین پیدا کرتا ہے۔ اس لیے کہ علم نجوم میں زبردست مہارت رکھنے والا کامل حکیم نوزائیدہ بچے کے درجۂ طالع اور لمحۂ مخصوص کو تاڑ کر اس پر یہ حکم لگا سکتا ہے کہ وہ عالم ہوگا یا جاہل، نیکوکار ہوگا یا فاسق، تونگر ہوگا یا تنگدست، بڑا نیک چلن ہوگا یا شرپسند، حاکم ہوگا یا محکوم باعزت فرد ہوگا یا ذلت کا شکار، لمبی عمر والا ہوگا یا کم عمر، کنجوس ہوگا یا سخی، نیک بخت ہوگا یا بدبخت۔ قرآن کریم میں ارشاد باری ہے وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ (ترجمہ: سورج اپنے مقررہ محور پر گردش کرتا ہے یہ جاننے والے زبردست خداوند عالم کی تقدیر ہے)۔ نیز ارشاد الٰہی ہے يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ (ترجمہ: اللہ پاک آسمان سے زمین تک امور کائنات کی تدبیر کرتا ہے)

نسبت خیر و شر کا مسئلہ

وَمَنْ اَضَافَ السَّيِّئَاتِ اِلٰى نَفْسِهٖ رِعَايَ صُوْرَةَ اَدَبٍ وَهُوَ مُحِقٌّ مِنْ مِنْ وَجْهٍ اِنْ لَمْ يَكُنْ مُفْرِطًا فِيْ جَهْلِهٖ مُتَعَصِّبًا مُكَفِّرًا لِمَنْ يَقُوْلُ كَلِمَةً مُحَقَّقَةً مُطَابِقَةً لِلْوَاقِعِ فَمَنْ يَقُوْلُ اِنَّ الْخَيْرَ وَالشَّرَّ مِنْكَ وَمَنْ يَقُوْلُ مِنَ اللّٰهِ وَمَنْ يَقُوْلُ مِنْكَ وَمِنْهُ فَفِي الْمِثَالِ يَتَبَيَّنُ اَنَّ الْاِخْتِلَافَ لَفْظِيٌّ وَمِثَالُهٗ اِنَّكَ كَبُسْتَانِ اَشْجَارٍ وَنُجُوْمٍ وَمَا يَفِيْضُ عَلَيْكَ مِنَ اللّٰهِ كَنَهْرِ مَاءٍ يَسْرِيْ فِيْهَا فَمَنْ قَالَ حَلَاوَةُ الْفَوَاكِهِ وَ مَرَارَتُهَا مِنَ الْمَاءِ لِاَنَّ الماءِ اِنْ لَمْ يَسْرِ فِيْهَا لَا يَحْصُلُ شَيْءٌ مِنَ الثِّمَارِ صَدَقَ وَمَنْ قَالَا الْمَاءُ ذُوْطَعْمٍ وَاحِدٍ وَالْاَثْمَارُ ذَاتُ حَلَاوَةٍ وَمَرَارَةٍ وَحُمُوْضَةٍ وَهٰذِهِ الصِّفَاتُ لَيْسَتْ فِي الْمَاءِ مُنَزَّهٌ عَنْهَا وَهٰذِهِ الصِّفَاتُ مِنَ الْاَشْجَارِ صَدَقَ وَمَنْ قَالَا اِنْ لَمْ يَسْرِ الْمَاءُ فِيْهَا لَمْ يَجِدْ شَيْئًا مِنَ الْحَلَاوَةِ وَالْحُمُوْضَةِ وَاِنْ لَمْ تَكُنْ هٰذِهِ الْاَشْجَارُ وَالْمَاءُ تَجْرِيْ فِيْ وَادٍ لَمْ تَجِدْ اَيْضًا شَيْئًا مِنَ الْحَلَاوَةِ وَالْحُمُوْضَةِ عَرَفْنَا اَنَّ هٰذِهِ الصِّفَاتِ مِنْ كِلَيْهِمَا صَدَقَ قُلِ الْحَقَّ وَاِنْ كَانَ مُرًّا وَفِي الْقُرْآنِ وَرَدَ كُلُّهَا مَرَّةً يَقُوْلُ مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتَابٍ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَبْرَأَهَا اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ وَيَقُوْلُ اَيْضًا قُلْ لَنْ يُصِيْبَنَا اِلَّا

مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا هُوَ مَوْلٰنَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ط وَمَرَّةً يَقُوْلُ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى وَمَرَّةً يَقُوْلُ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَيْهَا وَمَرَّةً يَقُوْلُ وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ

جو شخص برائیوں کو اپنی ذات کی طرف منسوب کرتا ہے تو اس نے ادب کے پہلو کو مدنظر رکھا ہے۔ وہ ایک لحاظ سے حق کو ہے بشرطیکہ وہ اپنی جہالت میں حدود کو پھاندنے والا تعصب کا شکار اور واقع کے مطابق واضح طور پر ثابت شدہ بات کہنے والے کو کفر کی طرف منسوب کرنے والا نہ ہو۔ چنانچہ کوئی کہتا ہے کہ خیر اور شر دونوں بندے کی اپنی طرف سے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ یہ دونوں اللہ کی طرف سے بھی ہیں اور بندے کی طرف سے بھی۔ اس بیان سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ یہ سب لفظی اختلافات ہیں، اس کو مثال یوں سمجھ لیجیے کہ آپ گھاس پھونس اور درختوں سے ڈھکے ہوئے ایک باغ کی مانند ہیں۔ اور اللہ کی طرف سے جو کچھ آپ کو فیض پہنچتا ہے وہ اس باغ میں بہنے والی نہر آب کی مانند ہے۔ پس یہاں پر کوئی شخص کہے کہ میوہ جات کا میٹھا ہوا اور کڑوا ہونا پانی کی تاثیر کی وجہ سے ہے، اس لیے کہ اگر باغ میں پانی نہ بہہ جائے تو میوہ جات میں سے کوئی چیز بھی حاصل نہیں ہو سکتی تو یہ بات سچ ہے۔ اگر کوئی شخص کہے کہ پانی تو ایک ہی ذائقے کا حامل ہے اور میوہ جات مٹھاس، کڑواہٹ اور کھٹاس کے حامل ہوتے ہیں یہ متضاد اوصاف پانی میں موجود نہیں ہوتے پانی متضاد اوصاف سے پاک ہے اور یہ اوصاف درختوں کے اختلاف

طبائع سے پیدا ہونے والے اثرات ہیں تو یہ بات بھی سچ ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اگر
یہ درخت ہی موجود نہ ہوں اور پانی وادی میں بہہ جائے تو اس صورت میں بھی مٹھاس اور
کھٹاس کی کوئی چیز آپ نہیں پا سکتے۔ پس ہمیں اس بات کی خوب پہچان ہو گئی کہ یہ
اوصاف دونوں کی طرف سے ہیں تو یہ سچ ہے۔ حق بات کہا کہ اگرچہ وہ کڑوی کیوں نہ ہو۔
قرآن پاک میں یہ تمام صورتیں آ چکی ہیں ایک مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے مَا اَصَابَ
مِنْ مُّصِیْبَۃٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِیْ اَنْفُسِکُمْ اِلَّا فِیْ کِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَھَا اِنَّ
ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرٌ (ترجمہ: زمین کو اور تمھارے نفسوں کو کوئی بھی مصیبت نہیں
پہنچتی مگر یہ کہ وہ لوح محفوظ میں مرقوم ہے قبل اس کے کہ ہم اس مصیبت کو وجود پذیر کریں
۔ بے شک یہ اللہ کے لیے بڑا آسان کام ہے)۔ نیز فرمان باری تعالیٰ ہے قُلْ لَّنْ
یُّصِیْبَنَآ اِلَّا مَا کَتَبَ اللّٰہُ لَنَا ھُوَ مَوْلٰنَا وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ
ترجمہ: (اے میرے رسول) لوگوں سے کہہ دیں کہ ہم کو ہرگز کوئی مصیبت نہیں پہنچ سکتی مگر
وہ چیز پہنچ سکتی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے لکھ رکھا ہے، وہ ہمارا کارساز ہے اور
مومنوں کو صرف اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔
ایک مقام پر فرمان خداوندی ہے وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی (ترجمہ: اور یہ
کہ انسان کو صرف وہی چیز میسر آ سکتی ہے جس کے لیے وہ کوشش کرے)۔ نیز ارشاد
خداوندی ہے مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِہٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَیْھَا (ترجمہ: جو شخص نیکی
کرے اس کا فائدہ خود اس کی ذات کو پہنچتا ہے اور جو کوئی برائی کرے تو اس کا وبال خود اسی

کی ذات پر ہے)۔ ایک اور مقام پر اللہ کا فرمان ہے وَمَا تَوْفِيْقِي اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَيْهِ
تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْم (ترجمہ: میرے لیے کارِ خیر کی توفیق تو صرف
اللہ ہی کی مہربانی سے ہوئی ہے صرف اسی پر میرا بھروسہ ہے اور وہ بڑے عرش کا مالک ہے

اللہ تعالیٰ کے قادر، خود مختار اور موجب بالذات

ہونے کا مسئلہ

وَاعْلَمْ اَنَّ مَنْ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ مُخْتَارٌ صَدَقَ لِاَنَّ مَا صَدَرَ مِنْهُ سَبَقَ عَلَيْهِ عِلْمُهٗ وَاِرَادَتُهٗ وَمَا يَصْدُرُ مِنْهُ شَيْءٌ اِلَّا عَلٰى طِبْقِ عِلْمِهٖ وَاِرَادَتِهٖ فَلَا رَيْبَ اَنَّهٗ مُخْتَارٌ فِيْ اَفْعَالِهٖ وَمَنْ قَالَ اِنَّهٗ مُوْجِبٌ بِالذَّاتِ صَدَقَ لِاَنَّهٗ اَوْجَبَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مِنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِيْنَ وَمَا فِيْهِمَا مَا يَخْتَصُّ بِهٖ مِنَ الْمَنَافِعِ وَالْمَضَارِّ وَغَيْرِهَا وَكَانَ ذٰلِكَ الْاِيْجَابُ فِي الْاَزَلِ وَالْمُعَبَّرُ عَنْهُ يُسَمُّوْنَهُ التَّقْدِيْرَ وَسُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۝ وَاللّٰهُ تَعَالٰى عَلِمَ مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ وَاَرَادَ وَقَدَّرَ وَاَوْجَبَ وَلَا يَجُوْزُ لَهٗ خِلَافُ مَا قَدَّرَ فِي الْاَزَلِ فَكَانَ مُوْجِبًا بِالذَّاتِ وَلَا بِدَايَةَ لِذَاتِهٖ وَصِفَاتِهٖ فَتَحَقَّقَ اَنَّ مَا لَمْ يَكُنْ مُقَدَّرًا لَمْ يَكُنْ مَقْدُوْرًا ۔

خوب آگاہ رہے کہ جو کوئی کہے کہ اللہ تعالیٰ قادر اور خود مختار ہے تو یہ درست بات ہے، کیونکہ جو امر اللہ کی طرف سے صادر ہوتا ہے اس پر اس کے علم اور ارادہ کو سبقت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے علم اور ارادے کے مطابق ہی ہر ہر چیز (بندوں کے

حق میں) صادر ہوتی ہے۔ لہذا اس بارے میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے افعال میں خودمختار ہے۔ جو شخص کہے کہ اللہ تعالیٰ موجب بالذات ہے تو اس نے سچ کہا ہے، اس لیے کہ خداوند عالم نے آسمانوں، زمینوں اور ان کے موجودات میں سے ہر ایک چیز کے حق میں اس کے مخصوص فائدے اور نقصانات کو مقرر اور واجب کر رکھا ہے اس کا یہ واجب کرنا ازل سے ہے۔ شریعت والے اس ایجاب خداوندی کو تقدیر کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا وہ قانون فطرت ہے جس کا اجرا اس سے قبل کی امتوں میں گذرا ہے اور تو اللہ تعالیٰ کے اس قانون فطرت میں کوئی ردوبدل ہرگز نہیں پائے گا۔ اللہ پاک کو جملہ امور گذشتہ اور امور آئندہ کا علم ہے، سب اس کے ارادے میں ہیں/سب کی تقدیر اس نے بنائی ہے اور سب کے لوازمات اور مناسبات کو اس نے واجب کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے اپنی تقدیرات ازلیہ کی خلاف ورزی روا نہیں ہے۔ لہذا اس لحاظ سے وہ موجب بالذات ہے جبکہ اس کی ذات وصفات کا کوئی آغاز نہیں۔ پس یہ بات خوب واضح ہو جاتی ہے کہ جو بھی چیز تقدیر میں نہ ہو وہ چیز مقدور نہیں ہو سکتی اور جو چیز مقدور ہوتی ہے وہ تقدیر الٰہی میں ہوتی ہے۔ چنانچہ اللہ پاک نے ازل ہی میں جو چاہا کر دیا اور جو چاہا چھوڑ دیا اور اللہ تعالیٰ کی ازلی مشیت ہی کے مطابق ظہور پذیر ہونے والی چیز کسی بھی زمانے میں ظہور پذیر ہو جاتی ہے جس میں اس چیز کے ظہور پذیر ہونے کا ازل سے اللہ کا ارادہ ہو۔

گروہ قشریہ کا گمان

وَمَا كَانَ مَقْدُوْرًا كَانَ مُقَدَّرًا فَمَا شَاءَ فَعَلَ وَمَا شَاءَ تَرَكَ فِي الْاَزَلِ وَعَلٰى طِبْقِ الْمَشِيَّةِ الْاَزَلِيَّةِ يَظْهَرُ وَمَا يَظْهَرُ فِي اَيِّ زَمَانٍ اَرَادَهُ فِي الْاَزَلِ وَمَا زَعَمَ الْقَشْرِيَّةُ اَنَّ الْاِيْجَابَ يُنَافِي الْقُدْرَةَ وَالْاِخْتِيَارَ بَاطِلٌ لِاَنَّ الْقُدْرَةَ تَنْحَصِرُ عَلَى الْمَقْدُوْرَاتِ وَهِيَ الْمُقَدَّرَاتُ وَالْقُدْرَةُ لَا تَتَنَاوَلُ الْمُحَالَاتِ وَعِنْدَ الْمُحَقِّقِيْنَ مَا لَمْ يَكُنْ مُقَدَّرًا كَانَ مُحَالًا وَهُوَ فَعَّالٌ لِمَا يُرِيْدُ وَلَمْ يَكُنْ فَعَّالًا لِمَا تُرِيْدُ فَمَنْ يَغُوْصُ فِي بَحْرِ مَعْرِفَةِ الذَّاتِ وَالصِّفَاتِ بِالْعَقْلِ الْجُزْئِيِّ الرَّسْمِيِّ كَعُلَمَاءِ الْقِشْرِيَّةِ يَغْلَطُ لِاَنَّ الْعَقْلَ قَاصِرٌ عَنْ مَعْرِفَةِ شَيْءٍ لَيْسَ لَهٗ جِنْسٌ وَلَا فَصْلٌ لِيَحُدَّ بِهِمَا وَمَنْ ثَمَّ اِنْصَفَ الْقَاضِيْ نَاصِرُ الدِّيْنِ الْبَيْضَاوِيُّ

ایجاب خداوندی کا قدرت اور اختیار سے میل نہ کھانے کے بارے میں گروہ قشریہ کا گمان باطل ہے اس لیے کہ قدرت کا دارومدار امور مقدورات پر ہوتا ہے۔ امور مقدورات مقدرات الٰہیہ ہوا کرتے ہیں اور قدرت محال امور کو سرے سے شامل ہی نہیں ہوتی۔ محققین کے نزدیک جو چیز اور مقدور نہ ہو وہ چیز محال ہوا کرتی ہے۔ اللہ پاک اپنے ارادے کے مطابق کر گذرنے والا ہے اور اے مخاطب وہ تیرے ارادے کے مطابق کر گذرنے والا نہیں۔

جو شخص گروہ قشریہ کے علماء کی طرح رسمی طور پر جزوی عقل کے سہارے سے معرفت ذات وصفات خداوندی کے گہرے سمندر میں غوطہ زن ہونا چاہے گا تو وہ غلطی کا شکار ہو جائے

گا۔اس لیے کہ عقل اس چیز کی پہچان کرنے سے کوتاہ ہے جس کی کوئی جنس اور کوئی فصل نہ ہو جن سے اس چیز کی جامع اور مانع تعریف کی جائے۔اسی وجہ سے قاضی ناصر الدین بیضاوی نے انصاف سے کام لیا ہے اور کہا ہے کہ اس بارے میں لمبی لمبی بحث میں پڑنا مفید نہیں ہے کیونکہ ذات صفات خداوندی کی اصل حقیقت نگاہ عقول سے پوشیدہ ہے۔

ثمرات مجاہدات

وَقَالَ الْإِطْنَابُ فِيْ ذَالِكَ قَلِيْلُ الْجَدْوٰى لِاَنَّ كُنْهَ ذَاتِهٖ مَحْجُوْبٌ عَنْ نَظَرِ الْعُقُوْلِ لٰكِنَّ بِحُكْمِ وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ۞ اِئْتَمَرُوْا بِالْمُجَاهَدَاتِ وَنَالُوْا هِدَايَةَ سَبِيْلِ اللّٰهِ عَلٰى طِبْقِ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا فَوَصَلُوْا اِلَى الْمُكَاشَفَاتِ الْمَلَكِيَّةِ وَالْمُعَايَنَاتِ الْجَبَرُوْتِيَّةِ وَاسْتَغْرَقُوْا كَالْقَطْرَةِ فِيْ بَحْرِ الْاَحَدِيَّةِ وَفَنَوْا فِي اللّٰهِ وَاتَّصَفُوْا بِصِفَاتِ اللّٰهِ بِحُكْمِ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ كَمَا وَرَدَ فِي الْحَدِيْثِ الْقُدْسِيِّ لَا يَزَالُ الْعَبْدُ يَتَقَرَّبُ اِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى اُحِبَّهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ كُنْتُ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ وَيَدَهٗ وَرِجْلَهٗ وَلِسَانَهٗ فَبِيْ يَسْمَعُ وَبِيْ يُبْصِرُ وَبِيْ يَبْطِشُ بِيْ يَمْشِيْ وَبِيْ يَنْطِقُ

(ذات وصفات خداوندی کی اصل حقیقت نگاہ عقلوں سے پوشیدہ ہے لیکن بڑے بڑے انبیاء علیہ السلام اور کامل کامل اولیائے کرام وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ (ترجمہ: تم اللہ کی رضا جوئی کے بارے میں اس حد تک مجاہدہ و جہاد کرو جس حد تک مجاہدہ و جہاد کا حق ہے) کے حکم کے مطابق مجاہدات پر عمل پیرا ہوئے اور انہوں نے وَالَّذِيْنَ

جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا (ترجمہ: جو لوگ ہماری رضا جوئی کی خاطر مجاہدہ کرتے ہیں تو ہم ان کو ضرور اپنی راہوں پر لگا دیتے ہیں) کے مطابق راہ خدا کی ہدایت حاصل کی۔ وہ عالم ملک کے مکاشفات عالم ملکوت کے مشاہدات، عالم جبروت کے معائنات اور عالم لاہوت کی تجلیات کو رسائی پا گئے وہ خداوند عالم کی یکتائی کے سمندر میں قطرۂ آب کی طرح گھل مل گئے یہاں وہ اللہ کے تصور میں فنا ہو گئے۔ اس مقام فنا میں وہ اللہ کی توفیق سے باقی رہے اور وہ (حدیث تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللہِ (یعنی تم اللہ کے پسندیدہ اخلاق کا نمونہ بن جاؤ) کے مطابق مظاہر صفات خداوندی کے حامل ہو گئے جیسا کہ حدیث قدسی میں آیا ہے، لَا یَزَالُ الْعَبْدُ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَا (ترجمہ: بندہ ہمیشہ نوافل کی بجا آوری کر کے میرا قرب پاتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اسے چاہتا ہوں جب میں اسے چاہتا ہوں تو میں اس کے کان، اس کی آنکھ، اس کے ہاتھ، اس کے پاؤں اور اس کی زبان ہوتا ہوں۔ پس وہ بندہ میرے ذریعے ہی سنتا ہے، میرے ذریعہ ہی دیکھتا ہے، میرے ذریعے ہی تھام ہے، میرے ذریعے ہی چلتا ہے اور میرے ذریعے ہی بولتا ہے

روایت باری تعالیٰ کا مسئلہ

فَمَنْ كَانَ بَصَرَهُ اللّٰهُ لَهُ فَهُوَ يَرَاهُ فَأَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ أَبُو الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِتَحَقُّقِهِ بِهٰذِهِ الْمَحَبَّةِ وَانْسِلَاخِهِ عَنِ الْبَشَرِيَّةِ وَاتِّصَافِهِ بِالرُّبُوْبِيَّةِ بَاحَ وَقَالَ فِيْ خُطْبَةِ الْبَيَانِ أَنَا اللّٰهُ وَأَنَا الرَّحْمٰنُ وَأَنَا الرَّحِيْمُ وَأَنَا الْعَلِيُّ وَأَنَا الْخَالِقُ وَأَنَا الرَّازِقُ وَأَنَا الْحَنَّانُ وَأَنَا الْمَنَّانُ وَمِثَالُهُ كَحَدِيْدٍ فِيْ كُوْرَةٍ إِذَا اتَّصَفَ بِصِفَاتِ النَّارِ مِنَ الْحُمْرَةِ وَالْحَرَارَةِ وَالْحَرَاقَةِ وَقَالَ أَنَا النَّارُ فَهُوَ مُحِقٌّ فِيْ دَعْوَاهُ فِيْ هٰذِهِ الْحَالَةِ فَإِذَا أُخْرِجَ مِنَ الْكُوْرَةِ وَرَجَعَ إِلٰى صِفَاتِهِ فَفِيْ هٰذِهِ الْحَالَةِ إِنِ ادَّعَى النَّارِيَّةَ كَانَ كَاذِبًا فَالْاَنْبِي هٰذِهِ الْحَالَةِ إِنِ ادَّعَى النَّارِيَّةَ كَانَ كَاذِبًا فَالْأَنْبِيَاءُ وَالْأَوْلِيَاءُ إِذِ اتَّصَفُوْا بِصِفَاتِهِ رَأَوْهُ فَعَرَفُوْهُ فَعَبَدُوْهُ كَمَا أَخْبَرَ عَنْ حَالِهِ سَيِّدُ الْأَوْصِيَاءِ وَسَنَدُ الْأَوْلِيَاءِ عَلَيْهِ السَّلَامُ رَأَيْتُ اللّٰهَ فَعَرَفْتُهُ فَعَبَدْتُهُ وَاللّٰهِ لَمْ أَعْبُدْ رَبًّا لَمْ أَرَهُ وَمَنْ لَمْ يَصِلْ إِلٰى هٰذَا الْمَقَامِ لَيْسَ لَهُ نَصِيْبٌ مِنَ الرُّؤْيَةِ لِأَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَيْسَ بِمَحْسُوْسٍ لِيُدْرِكَهُ الْحِسُّ لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ فَمَتٰى أَدْرَكَهُ الْأَبْصَارُ صَارَتِ الْأَبْصَارُ بَصَائِرَ ذٰلِكَ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ فَمَنْ قَالَ رُؤْيَةُ اللّٰهِ مُحَالٌ لِلْبَشَرِ مَادَامَ بَشَرًا صَدَقَ وَمَنْ قَالَ رُؤْيَةُ اللّٰهِ لَيْسَتْ بِمُحَالٍ صَدَقَ لِأَنَّ اللّٰهَ يَرٰى

نَفْسَہٗ فَمَنْ نَوَّرَ اللّٰہُ بَصِیْرَتَہٗ بِنُوْرِہٖ رَاٰہُ فَصَارَ الْاِخْتِلَافُ لَفْظِیًّا ۔

(مذکورہ حدیث قدسی کی رو سے) اللہ پاک جس بندے کے لیے بمنزلہ آنکھ ہو تو وہ اللہ کو دیکھ سکتا ہے۔ چنانچہ امیر المومنین ابوالحسن علیہ السلام خود سراپا اس محبت الٰہیہ کے نمونے ہونے، روحانی کمالات کی بدولت بشری اوصاف و آلائش سے باہر ہونے اور سراپا صفات الٰہیہ کے حامل ہونے کی بناء پر مقام اعلیٰ میں عیاں ہوگئے اور آپ نے خطبۃ البیان میں ارشاد فرمایا کہ میں اللہ ہوں، میں رحمٰن ہوں، میں رحیم ہوں، میں علی ہوں، میں اعلیٰ ہوں، میں خالق ہوں، میں رازق ہوں، میں حنان ہوں، اور میں منان ہوں۔ اس کی مثال لوہار کی بھٹی میں ایک لوہے کی ہے جبکہ وہ سرخی، حرارت اور جلنے جلانے کے ناری اوصاف کے ساتھ متصف ہوجائے اور وہ یوں کہے کہ میں آگ ہوں تو وہ اس خاص دورے میں حق بجانب ہے، جب اس لوہے کو بھٹی سے نکالا جائے اور وہ پھر اپنے اصلی اوصاف کی طرف لوٹ آئے تو اگر اس اصلی حالت میں آنے کے بعد وہ لوہا آگ ہونے کا دعویدار بن جائے تو وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہوگا۔

پس انبیاء علیہ السلام اور اولیائے کرام جب سراپا صفات خداوندی کے حامل ہوتے ہیں تو وہ اسے دیکھ سکتے ہیں اور اسے خوب پہچانتے ہیں اور اس کی عبادت کرتے ہیں جیسا کہ سید الاوصیاء، سندالاولیاء علی علیہ السلام نے خود اپنی حالت کے بارے میں فرمایا رَاَیْتُ اللّٰہَ فَعَرَفْتُہٗ فَعَبَدْتُہٗ وَاللّٰہِ لَمْ اَعْبُدْ رَبًّا لَمْ اَرَہٗ (ترجمہ: میں نے اللہ کو دیکھا، پھر اسے خوب پہچانا اور اسکی عبادت کی)۔ قسم بخدا میں نے اس رب کی عبادت نہیں کی جس کو میں

نے نہیں دیکھا، جو کوئی اس مقام تک رسائی نہ پا جائے اسے رویت الٰہی نصیب نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کوئی محسوس چیز نہیں کہ مادی حس اس کو پا سکے۔ مادی نگاہیں اللہ کا ادراک نہیں کرسکیں اور وہ ان نگاہوں پر محیط ہے۔ چنانچہ جب کبھی آنکھیں اس کا ادراک کرتی ہیں تو وہ دراصل نگاہ ہائے بصیرت ہوتی ہیں۔ قرآن میں ارشاد ربانی ہے یوم تبلی السرائر (ترجمہ: اس دن مخفی امور کو ظاہر اور آشکارا کیا جائے گا۔ پس جو شخص یہ کہے کہ بشر کے لیے جب تک وہ حالت بشر میں ہو رویت خداوندی محال ہے تو یہ بات سچ ہے کہ

جو کوئی کہے کہ رویت خداوندی محال نہیں تو یہ بات بھی سچ ہے، اس لیے کہ اللہ پاک خود اپنی ذات کو دیکھتا ہے۔ چنانچہ اللہ پاک جس کسی کو نگاہ بصیرت کو اپنے نور سے روشن فرما دے تو وہ اسے دیکھ سکتا ہے۔ لہٰذا اختلاف لفظی قسم کا ٹھہرا۔

فرشتوں پر اعتقاد کا مسئلہ

وَيَجِبُ اَنْ تَعْتَقِدَ اَنَّ الْمَلَائِكَةَ السَّمَاوِيَّةَ وَالْاَرْضِيَّةَ عِبَادُ اللهِ الْعَامِلُوْنَ بِاَمْرِهٖ وَلَا يُوْصَفُوْنَ بِذُكُوْرَةٍ وَلَا اُنُوْثَةٍ

اس بات پر اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ آسمان کے فرشتے اور زمینی فرشتے سب کے سب اللہ پاک کے حکم پر عمل پیرا رہنے والے، اس کے بندے ہیں اور وہ کسی قسم کے مذکر اور مونث ہونے کے اوصاف کے حامل نہیں ہیں

انبیاء علیہم السلام پر اعتقاد کا مسئلہ

وَيَجِبُ اَنْ تَعْتَقِدَ الْاَنْبِيَاءَ لِاَنَّهُمْ وَسَائِطُ بَيْنَ اللهِ وَعِبَادِهٖ يَسْتَفِيْضُوْنَ مِنَ الْحَقِّ وَيُفِيْضُوْنَ عَلَى الْخَلْقِ فِيْ مُتَابَعَتِهِمْ نَيْلُ الدَّرَجَاتِ وَفِيْ مُخَالَفَتِهِمْ وَبَالُ الدَّرَكَاتِ

(اللہ پاک کی طرف سے مبعوث کیے ہوئے) انبیاء علیہم السلام پر اعتقاد رکھنا واجب ہے اس لیے کہ انبیاء علیہم السلام اللہ اور اسکے بندوں کے مابین احکام خداوندی بیان کرنے کے ذرائع اور واسطے ہیں۔ وہ حق سبحانہ وتعالیٰ سے فیض کے طلبگار رہتے ہیں اور مخلوقات خدا کو فیض پہنچاتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی فرمانبرداری کرنے میں جنت کا حصول ہے اور

ان کی خلاف ورزی کرنے میں وادی جہنم کے طبقات میں سرنگوں ہونا ہے۔

حضرت محمد ﷺ پر اعتقاد کا مسئلہ

وَيَجِبُ اَنْ نَعْتَقِدَ اَنَّ نَبِيَّنَا مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ بِنُبُوَّتِهٖ خُتِمَتِ النُّبُوَّةُ وَبِشَرِيْعَتِهٖ خُتِمَتِ الشَّرَائِعُ وَالشَّرِيْعَاتُ وَهُوَ بِالنُّبُوَّةِ وَالرِّسَالَةِ صَاحِبُ الْكِتَابِ وَمِنْ اُولِى الْعَزْمِ وَبِهٖ خُتِمَتِ النُّبُوَّةُ وَهُوَ صَاحِبُ دَوْرِ الْقَمَرِ وَصَاحِبُ قِرَانِ الْعِلْوِيِّيْنَ امْتَازَ مِنَ الرُّسُلِ وَالْاَنْبِيَاءِ وَالْمُلُوْكِ وَالْحُكَمَاءِ وَفَاقَ عَلَيْهِمْ لِاَنَّهٗ لَمْ يُوْجَدْ مِنَ النِّصْفِ بِهٰذِهِ الصِّفَاتِ السَّبْعِ اِلَّا نَبِيُّنَا وَسَيِّدُنَا وَمَوْلٰنَا وَمَوْلَى الثَّقَلَيْنِ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ۔

اس بات پر اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ ہمارے پیارے نبی محمد ﷺ خاتم الانبیاء والمرسلین ہیں۔ آپ کی نبوت پر سلسلۂ نبوت کو ختم کر دیا گیا اور آپ کی شریعت پر تمام سابقہ شریعتوں اور شرعی امور کا خاتمہ کیا گیا۔ آپؐ منصب نبوت و رسالت پر فائز ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب قرآن اور اولوالعزم رسولوں میں سے ہیں۔ آپ ہی پر سلسلۂ نبوت کا خاتمہ کیا گیا۔ آپ وہ صاحب دورہ ماہتاب اور صاحب قرآن علویین ہیں جو رسولوں، نبیوں، بادشاہوں اور حکماء میں امتیازی شان کے مالک ہیں اور آپ کو ان سب پر فوقیت

حاصل ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ جن وانس کے مولا، ہمارے مولا، ہمارے آقا اور ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کے سوا کائنات میں ان سات صفات کی حامل کوئی بھی شخصیت نہیں پائی گئی۔(یعنی صاحب دورۂ ماہتاب اور صاحب قرآن علویین کا مصداق کوئی بھی نہیں پایا گیا۔

سَلَامٌ كَأَنْفَاسِي اِذَا كُنْتُ نَاطِقًا بِمَدْحِ رَسُوْلِ اللّٰہِ جَدِّی وَسَیِّدِی

ترجمہ: جب میں اپنے جد بزرگوار اور آقائے نامدار رسول اللہ ﷺ کی مدح سرائی کرتے ہوئے لب کھولوں تو ان کی خدمت میں میرے دم ہائے جاری کی مانند ہمیشہ سلام ہو۔

معراج پر اعتقاد کا مسئلہ

وَيَجِبُ اَن نَعْتَقِدَ اَنَّ نَبِيَّنَا تَرَقّٰى عَلَى الْمِعْرَاجِ وَعَبَرَ عَلَى السَّمٰوٰتِ بِجَسَدٍ يَلِيْقُ بِالْعُرُوْجِ وَهُوَ جَسَدٌ، مُكْتَسَبٌ لَطِيْفٌ، خَفِيْفٌ وَبِوُلُوْجِهٖ مَعَ فَتْحِ اَبْوَابِ السَّمٰوٰتِ لَا يَلْزَمُ الْخَرْقُ وَالْاِلْتِيَامُ

اس بات پر اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ پیارے نبی ﷺ معراج پر تشریف لے گئے اور آپ نے عالم بالا کو عروج فرمانے کے لائق ومناسب جسم کے ساتھ جو کہ ایک انتہائی خفیف لطیف اکتسابی جسم ہے، آسمانوں کو عبور فرمایا۔ معراج پر آپ کا تشریف لے جانا آسمانوں کے دروازوں کے کھولے جانے کے ساتھ ساتھ ہوا ہے۔ اس سے خرق (پھٹن) اور التیام (ملاپ) کا مسئلہ لازم نہیں آتا (جو کہ کرہ ہائے افلاک کی ساخت کے منافی ہے)

کتب سماویہ پر اعتقاد کا مسئلہ

وَيَجِبُ اَن نَعْتَقِدَ اَنَّ الْقُرْاٰنَ وَالتَّوْرَاةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَالزَّبُوْرَ وَالصُّحُفَ كُلَّهَا كَلَامُ اللّٰهِ وَالْقُرْاٰنُ بِاللَّفْظِ وَالْمَعْنٰى امْتَازَ مِنْ سَائِرِ الْكُتُبِ السَّمَاوِيَّةِ وَفَاقَ عَلَيْهَا

اس بات پر اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ قرآن مجید تورات، انجیل، زبور اور جملہ آسمانی صحیفے کلام الٰہی ہیں۔ قرآن مجید لفظاً اور معنی دونوں لحاظ سے تمام آسمانی کتابوں میں ممتاز ہے اور ان پر فوقیت رکھتا ہے۔

کلام الٰہی کے قدیم اور حادث ہونے کا مسئلہ

وَاَنَّ کَلَامَ اللّٰہِ قَدِیْمٌ مِنْ حَیْثُ اَنَّہٗ صِفَۃٌ مِنْ صِفَاتِہٖ وَصِفَاتُ اللّٰہِ اَزَلِیَّۃٌ بِالْاِجْمَاعِ وَمُحْدَثٌ مِنْ حَیْثُ اَنَّہٗ نُزِّلَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فِیْ وَقْتٍ مُعَیَّنٍ مَسْبُوْقٍ بِالْاَزْمِنَۃِ وَمِنْ حَیْثُ اَنَّہٗ مَقْرُوْءٌ وَمَکْتُوْبٌ بِمَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی مَا یَاْتِیْھِمْ مِنْ ذِکْرٍ مِنْ رَّبِّھِمْ مُحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْہُ وَھُمْ یَلْعَبُوْنَ

یہ اعتقاد رکھنا بھی واجب ہے کہ کلام الٰہی اس حیثیت سے قدیم ہے کہ وہ صفات خداوندی میں سے ایک صفت ہے اور صفات خداوندی بالاجماع ازلی ہیں۔ کلام الٰہی اس حیثیت سے حادث ہے کہ وہ رسول اکرم ﷺ پر ایسے معین وقت میں نازل کیا گیا جس سے پہلے بہت سے زما

نے گذر چکے اور اس حیثیت سے بھی وہ حادث ہے کہ کلام الٰہی کی قرات کی جاتی ہے اور اسے لکھا جاتا ہے جیسا کہ خداوند عالم کا ارشاد ہے

مَا يَاتِيْهِمْ مِنْ ذِكْرٍ مِنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ

ترجمہ: ان کے پاس اپنے پروردگار کی طرف سے کوئی بھی نئی نصیحت نہیں آتی مگر یہ کہ وہ اسے سن لیتے ہیں دراَنحالیکہ وہ کھیل کود میں لگے رہتے ہیں۔

فَمَا كَانَ مِنْ صِفَاتِ اللهِ وَفِيْ عِلْمِ اللهِ فِيْ اَزَلِ الْاَزَالِ فَلَا خِفَاءَ فِيْ قِدَمِهٖ وَمَا كَانَ مُنَزَّلاً مَقْرُوْعًا مَلْفُوْظًا مَكْتُوْبًا لَا خِفَاءَ فِيْ حُدُوْثِهٖ

پس جو جو کلام الٰہی صفات خداوندی میں سے ہے تو اس کے قدیم ہونے میں کوئی پوشیدگی نہیں اور جو جو کلام الٰہی نازل کردہ شدہ ہے اس کی قرات کی جاتی ہے اس پر تلفظ کیا جاتا ہے اور اسے لکھا جاتا ہے جس کے حادثات ہونے میں کوئی پوشیدگی نہیں۔

درست فیصلہ

فَمَنْ قَالَ بِقِدَمِ الْقُرْاٰنِ مُحِقٌّ مِنْ وَجْهٍ وَمَنْ قَالَ بِحُدُوْثِهٖ مُحِقٌّ اَيْضًا مِنْ وَجْهٍ وَكُلٌّ مِنْهُمَا لَمَّا قَالُوْا بِقِدَمِهٖ مِنْ كُلِّ الْوُجُوْهِ اَوْ حُدُوْثِهٖ مِنْ كُلِّ الْوُجُوْهِ

جو کوئی قرآن پاک کے قدیم ہونے کا قائل ہو تو وہ ایک اعتبار سے حق بجانب ہے اور جو کوئی قرآن پاک کے حادثہ ہونے کا قائل ہو تو وہ بھی ایک اور اعتبار سے، دونوں قائلین میں سے ہر ایک جب ہر ہر اعتبار سے

فَكِلَاهُمَا مُبْطِلَانِ فَيَنْبَغِيْ اَنْ لَا يَتَعَرَّضَ بِمِثْلِ هٰذِهِ الْمَسْئَلَتِ اِلَّا مَنْ كَانَ عَارِفًا بِحَقَائِقِ الْاَشْيَاءِ مِنْ اَكَابِرِ الْاَنْبِيَاءِ وَكُمَّلِ الْاَوْلِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ

قرآن پاک کے قدیم ہونے یا ہر ہر اعتبار سے قرآن پاک کے حادثے ہونے کے قائل

ہوئے تو اس صورت میں وہ دونوں بطلان کے مصداق ہیں۔ پس اس جیسے مسئلے کی تحقیق میں صرف وہ شخص ہاتھ پیر مار سکتا ہے جو جملہ اشیاء کی حقیقتوں کی پوری طرح پہچان رکھتا ہو، مثلاً انبیاء علیہم السلام اور کمالات کے حامل اولیائے کرام

دوسری خبر

وَاعْلَمْ اَنَّ مَنْ كَفَّرَ الْقَائِلَ بِقِدَمِهٖ وَمَنْ كَفَّرَ الْقَائِلَ بِحُدُوْثِهٖ فَكِلَاهُمَا جَاهِلَانِ وَجَهْلُهُمَا مُرَكَّبٌ لِاَنَّ الْقُرْاٰنَ لَيْسَ كَالْجُزْءِ الَّذِيْ لَا يَتَجَزّٰى كَيْلَا يُتَّصَفَ بِصِفَاتٍ مُتَعَدِّدَةٍ مُتَكَثِّرَةٍ بَلِ الْقُرْاٰنُ كَانَ مُرَكَّبَ الْقُوٰى وَلَهٗ صِفَاتٌ ظَاهِرَةٌ بَاطِنَةٌ وَمِنْ كُلِّ صِفَةٍ لَهٗ وَجْهٌ اٰخَرُ فَلِذٰلِكَ كَانَ قَدِيْمًا مِنْ وَجْهٍ وَمُحْدَثًا مِنْ وَجْهٍ اٰخَرَ وَاَمَّا الْقَائِلُ بِالْقِدَمِ وَالْحُدُوْثِ مِنْ كُلِّ الْوُجُوْهِ فَهُوَ جَاهِلٌ بِحَقِيْقَةِ الْاَشْيَاءِ فَعَلَيْهِ اَنْ يَقُوْلَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَيُقِيْمَ الصَّلٰوةَ وَيَصُوْمَ رَمَضَانَ وَيُزَكِّيَ مَالَهٗ اِنْ كَانَ ذَامَالٍ وَيَحُجَّ الْبَيْتَ اِنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا وَلَا يَتَعَرَّضَ لِلْمَسَائِلِ الْاُصُوْلِيَّةِ الْكَلَامِيَّةِ حَتّٰى لَا يَتَزَنْدَقَ لِاَنَّ مَنْ تَكَلَّمَ فِيْهَا بِلَا عِلْمٍ تَزَنْدَقَ فِيْ شَانِهٖ خَاصَّةً وَمَا قَالَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِمَامُ الْمُتَّقِيْنَ اَسَدُ اللّٰهِ الْغَالِبُ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ رَحِمَ اُ امْرَأً عَرَفَ قَدْرَهٗ وَلَمْ يَتَعَدَّ طَوْرَهٗ اِشَارَةٌ اِلٰى مَاقُلْتُ لَكَ ۔

خوب آگاہ رہے کہ جو کوئی قرآن پاک کے قدیم ہونے کے قائل شخص کو کفر کی طرف

منسوب کرے اور جو کوئی قرآن پاک کے حادثہ ہونے کے بعد قائل شخص کو کفر کی طرف منسوب کرے تو یہ دونوں کے دونوں جہالت کا شکار حضرات ہیں اور ان کی جہالت جہل مرکب کی منہ بولتی تصویر ہے۔ اس لیے کہ قرآن پاک ہر لحاظ سے نا قابل تقسیم جزو نہیں کہ وہ کثرت سے متعدد صفات کی حامل نہ ہو بلکہ قرآن پاک تو روحانی فیوض و برکات کا مجموعہ مرکب ہے۔ اس کی ظاہری صفات بھی ہیں اور باطنی صفات بھی اور ہر ہر صفت کی الگ الگ توجیہہ ہے۔ لہٰذا قرآن مجید ایک اعتبار سے قدیم ہے اور دوسرے اعتبار سے حادث۔ ہاں البتہ جو شخص ہر ہر اعتبار سے قرآن پاک کے قدیم اور حادث ہونے کا قائل ہو تو وہ چیزوں کی حقیقتوں سے یکسر بے خبر ہے چنانچہ اس پر لازم ہے کہ وہ کہے اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وہ نماز قائم کرے، رمضان کے روزے رکھے، اگر مالدار ہو تو اپنے مال کی زکوٰۃ نکالے، اگر کعبہ شریف کو جانے کا استطاعت راہ میسر ہو تو وہ بیت اللہ کا حج کرے اور وہ علم کلام کے اصولی مسائل سے چھیڑ چھاڑ نہ کرے۔ اس لیے کہ جو کوئی بھی بے خبری میں علم کلام کے اصولی مسائل میں لب کشائی کرے تو وہ زندیق بن جائے گا والی بات خاص ایسے شخص کے حق میں ہے۔ جناب امیر المومنین امام المتقین اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب علیہ السلام کا یہ فرمان

عَرَفَ قَدْرَهٗ وَلَمْ يَتَعَدَّ طَوْرَهٗ (یعنی اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جس نے اپنی قدر و منزلت کو پہچانا اور اپنی حیثیت سے باہر قدم نہ رکھا) اسی بات کی طرف اشارہ ہے جو میں نے تجھے بتائی۔

امامت پر اعتقاد کا مسئلہ

وَيَجِبُ اَنْ تَعْتَقِدَ اَنَّ الْاِمَامَةَ عَلٰى نَوْعَيْنِ حَقِيْقِيَّةٌ وَاِضَافِيَّةٌ فَالْحَقِيْقِيَّةُ الْاِتِّصَافُ بِجَمِيْعِ صِفَاتِ الْاِمَامَةِ صُوْرِيَّةً كَانَتْ اَوْ مَعْنَوِيَّةً وَشَرَائِطِهَا وَاَرْكَانِهَا اَمَّا شَرَائِطُ الْاِمَامَةِ فَالذُّكُوْرَةُ وَالْحُرِّيَّةُ وَالْبُلُوْغُ وَالْعَقْلُ وَاَصْلُ الْاِمَامَةِ الشَّجَاعَةُ وَالْقُرَيْشِيَّةُ وَصِفَاتُهَا الصُّوْرِيَّةُ السِّيَادَةُ الْمَنْصُوْصَةُ وَالْفَاطِمِيَّةُ وَالْعِلْمُ وَالتَّقْوٰى وَالشَّجَاعَةُ وَالسَّخَاوَةُ وَاَرْكَانُهَا الْعِلْمُ الْكَامِلُ لِمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَلْاِمَامُ الضَّعِيْفُ مَلْعُوْنٌ يَعْنِيْ مَنْ يَحْتَاجُ اِلٰى غَيْرِهٖ فِيْ اُمُوْرِ الدِّيْنِ وَالسِّيَادَةُ الصَّحِيْحَةُ وَالْمَمْلَكَةُ الْقَبِيْحَةُ وَالْوِلَايَةُ الصَّرِيْحَةُ وَلَمْ تَجْتَمِعْ تِلْكَ الصِّفَاتُ بَعْدَ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلٰى يَوْمِنَا هٰذَا فِيْ اَحَدٍ مِنَ الْاَئِمَّةِ ۔ فَالْاِمَامُ الْكَامِلُ الْحَقِيْقِيُّ مَنِ اتَّصَفَ بِبَعْضِ هٰذِهِ الصِّفَاتِ فَهُوَ اِمَامٌ بِالْقَدْرِ الَّذِي اتَّصَفَ بِهٖ فَكَانَتْ اِمَامَتُهٗ اِضَافِيَّةٌ وَقِسْ عَلٰى ذٰلِكَ وَتَوَثَّقْ فَتَاَمَّلْ وَاعْرِفِ الْاَئِمَّةَ الْمَاضِيْنَ وَالْبَاقِيْنَ وَفُزْ فَوْزًا عَظِيْمًا ۔

اس بات پر اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ امامت کی دو قسمیں ہیں (۱) حقیقی امامت (۲) اضافی امامت

حقیقی امامت کی تعریف:

امامت کے جملہ صفات صوریہ، صفات معنویہ، اس کی شرائط اور اس کے ارکان کا پوری طرح حامل ہونا حقیقی امامت ہے

امامت کی شرائط:

۱۔ مرد ہونا ۲۔ آزاد ہونا ۳۔ بالغ ہونا ۴۔ عقل مند ہونا

امامت کی اصل:

۱۔ شجاعت ۲۔ قریشی ہونا

(چنانچہ فرمان رسولؐ ہے یعنی ائمہ کرام قبیلہ قریش سے ہوں گے)

امامت کی صفات صوریہ

۱۔ منصوص طور پر سیادت کا مصداق ہونا

۲۔ فاطمۃ الزہرا علیہا السلام کی طرف منسوب ہونا

۳۔ علم (یعنی عالم ہونا)

۴۔ پرہیزگاری (پرہیزگار ہونا)

۵۔ شجاعت (بہادر ہونا)

۶۔ سخاوت (سخی ہونا)

امامت کے ارکان

۱۔ علم کامل: اس لیے حضور اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ کمزور امام ملعون ہے یعنی وہ جو دینی معاملات میں دوسروں کا محتاج بن جائے۔

۲۔ اصلاً فرعاً صحیح سیادت کا حامل ہونا

۳۔ وسیع سلطنت کا ہونا

۴۔ کسی قسم کی پوشیدگی کے بغیر واضح اور صریح ولایت کا حامل ہونا

حضرت علی علیہ السلام کے سوا امامت کی یہ جملہ صفات آئمہ کرام میں سے کسی ایک میں بھی آج تک یکجا نہیں ہوئیں۔ چنانچہ حقیقی معنوں میں کامل امام وہ ہے جو امامت کی ان جملہ صفات کا حامل ہو۔

اضافی امامت

جو امام صفاتِ امامت سے بعض صفات کا حامل ہو تو جن صفات کو وہ حامل ہے، اسی قدر وہ امام ہے لہٰذا اس لحاظ سے اس کی امامت اضافی امامت ٹھہری۔ بیٹے مجھے تیری حساس ذہانت پر پورا پورا اعتماد ہے۔ پس تو سوچ بچار کر، گذشتہ آئمہ کرام اور باقی ماندہ آئمہ کرام کی اچھی طرح سے پہچان کر اور بہت بڑی کامرانی سے ہمکنار ہو جا۔

اولیائے کرام پر اعتقاد کا مسئلہ

وَيَجِبُ اَنْ نَعْتَقِدَ اَنَّ الْاَوْلِيَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ لِاَنَّهُمُ الْعَالِمُوْنَ الْعَامِلُوْنَ وَالْعُلَمَاءُ الرَّبَّانِيُّوْنَ وَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

اس بات پر اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ اولیائے کرام انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔ اس لیے کہ اولیائے کرام عاملین شریعت، عاملین طریقت اور علمائے ربانیین ہوتے ہے۔

اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ تِلْكَ الْكُمَّلُ وَهُمْ فِىْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَكْثَرُ مِنْ ثَلَاثِ مِائَةِ اَلْفٍ وَالْعَالَمُ لَا يَخْلُوْ مِنْ بَرَكَاتِهِمْ طَرْفَةَ عَيْنٍ لِمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ

رسول اکرم ﷺ کا یہ جو فرمان اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ یعنی علمائے کرام انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔ اس کے مصداق یہی کمالات والے اولیائے کرام ہیں۔

لَوْلَا الْاَبْرَارُ لَهَلَكَ الْفُجَّارُ وَاٰدَمُهُمْ عَلِىٌّ وَخَاتَمُهُمْ مَهْدِىٌّ وَيَجِبُ الْاِيْمَانُ بِالْاَوْلِيَاءِ فِى الطَّرِيْقَةِ كَمَا يَجِبُ الْاِيْمَانُ بِالْاَنْبِيَاءِ فِى الشَّرِيْعَةِ

حضرت محمد ﷺ کی امت میں ان اولیائے کرام کی تعداد تین لاکھ سے بڑھ کر ہے۔ دنیا ان کے فیوض و برکات سے ایک لمحہ کے لیے بھی خالی نہیں رہ سکتی جیسا کہ حضور اکرم ﷺ

کا ارشاد ہے لَوْلَا الْاَبْرَارُ لَهَلَكَ الْفُجَّارُ ترجمہ: اگر نیکوکار لوگ موجود نہ ہوتے تو بدکار لوگ تباہ و برباد ہو جاتے۔

آدم الاولیاء حضرت علی علیہ السلام ہیں اور ختام الاولیاء حضرت امام محمد مہدی علیہ السلام آخرزماں ہیں

نوعیت: جس طرح سے شریعت کے بارے میں انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانا واجب ہے، اسی طرح سے طریقت کے بارے میں اولیائے کرام پر ایمان رکھنا واجب ہے۔

قیامت پر اعتقاد کا مسئلہ

وَيَجِبُ اَنْ تَعْتَقِدَ اَنَّ الْقِيَامَةَ عَلٰى نَوْعَيْنِ اَنْفُسِيَّةٌ وَاٰفَاقِيَّةٌ وَكُلٌّ مِنْهُمَا اَرْبَعَةُ اَوْجُهٍ وَوُسْطٰى وَعُظْمٰى وَفِيْهَا الثَّوَابُ وَالْعِقَابُ عَلٰى وَفْقِ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ

اس بات پر اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ قیامت کی دو قسمیں ہیں

۱۔ قیامت انفسیہ ۲۔ قیامت آفاقیہ

دونوں قسموں میں سے ہر ایک کی چار چار صورتیں ہیں

۱۔ صغریٰ ۲۔ وسطیٰ ۳۔ کبریٰ ۴۔ عظمیٰ

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ

ترجمہ: جو کوئی ذرہ برابر یقین کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا اور جو کوئی ایک ذرہ برابر بھی برائی کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا

اس آیت شریفہ کے مطابق قیامت میں ثواب اور عذاب ہیں

قیامت صغریٰ انفسیہ

وَاَمَّا الْقِيَامَةُ الصُّغْرٰى الْاَنْفُسِيَّةُ فَاَنْ تُمِيْتَ النَّفْسَ الْاَمَّارَةَ بِالسُّوْءِ مَوْتًا اِخْتِيَارِيًّا بِالتَّوْبَةِ مِنَ اللَّذّٰتِ الْوَقِيْحَةِ وَالشَّهَوَاتِ الْقَبِيْحَةِ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ "مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا " وَتُحْيِيَهَا بِالْحَيٰوةِ

الطَّيِّبَةِ الَّتِیْ لَاتُوْجَدُ اِلَّا بِالْاَعْمَالِ الصَّالِحَةِ وَالْاَخْلَاقِ الْحَمِیْدَةِ الْمُصْلِحَةِ

رسول اکرم ﷺ کے فرمان گرامی "مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا" یعنی موت اضطراری سے مرجانے سے پہلے موت اختیاری سے مرجایا کرو۔ اس فرمان رسول کے مطابق دنیا کی حیا سوز لذتوں اور بری بری خواہشات سے حقیقی توبہ کر کے برائی پر خوب اکسانے والے نفس امارہ کو مار ڈالنا اور اسے ایسی پاکیزہ زندگی بخشنا جو صرف اچھے اچھے اعمال اور پر صلاح پسندیدہ خصلتوں سے ہی میسر ہوتی ہے۔ اس کا نام قیامت صغریٰ انفسیہ ہے

قیامت وسطیٰ انفسیہ

وَاَمَّا الْقِیَامَةُ الْوُسْطیٰ الْاَنْفُسِیَّةُ فَاَنْ تَنْتَقِلَ مِنَ الْمُکَاشَفَاتِ الصُّوْرِیَّةِ الْمُلْکِیَّةِ اِلَی الْمُشَاهِدَاتِ الْمَعْنَوِیَّةِ الْمَلَکُوْتِیَّةِ وَتَسْلُکَ فِیْ سِلْکِ الَّذِیْنَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فِیْ بَیَانِ اَحْوَالِهِمْ " اَبْدَانُهُمْ فِی الدُّنْیَا وَقُلُوْبُهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ بِالْاَشْبَاحِ فَرْشِیُّوْنَ وَبِالْاَرْوَاحِ عَرْشِیُّوْنَ"۔

عالم ملک کے صوری مکاشفات سے عالم ملکوت کے معنوی مشاہدات کی طرف منتقل ہو جانا اور ان لوگوں کی لڑی میں منسلک ہو جانا جن کے احوال کے بیان میں رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا "اَبْدَانُهُمْ فِی الدُّنْیَا وَقُلُوْبُهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ بِالْاَشْبَاحِ" یعنی ان کے بدن دنیا میں اور دل آخرت میں ہوتے ہیں وہ اجسام کے لحاظ سے زمین والے ہیں اور پاکیزہ روحوں

کے لحاظ سے عرش والے، اس کا نام قیامت وسطیٰ انفسیہ ہے

قیامت کبریٰ انفسیہ

وَاَمَّا الْقِیَامَةُ الْکُبْرٰی الْاَنْفُسِیَّةُ فَالْاِرْتِحَالُ مِنَ الْمَلَکُوْتِ وَالْعُقُوْلِ وَالنُّفُوْسِ الْمُتَعَلِّقَةِ بِالْاَفْلَاکِ اِلَی الْجَبَرُوْتِ وَالْعَقْلِ الْاَوَّلِ الْمُنَزَّہِ عَنِ الْاَجْسَامِ وَبَحْرِ الْحَیَاةِ الَّذِی لَاسَاحِلَ لَہٗ عَلٰی طَبَقِ قَوْلِہٖ تَعَالٰی "وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہُ ثُمَّ نُفِخَ فِیْہِ اُخْرٰی فَاِذَا ھُمْ قِیَامٌ یَّنْظُرُوْنَ"۔

اللہ تعالیٰ کی ارشادِ گرامی "وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہُ ثُمَّ نُفِخَ فِیْہِ اُخْرٰی فَاِذَا ھُمْ قِیَامٌ یَّنْظُرُوْنَ"۔ یعنی صور پھونکا جائے گا، پس آسمانوں والے اور زمین والے سب کے سب بے ہوش ہوں گے، ماسوائے اس فرد کے کہ جس کو اللہ چاہے۔ پھر دوسری بار صور پھونکا جائے گا پس ناگہاں لوگ کھڑے کھڑے دیکھ رہے ہوں گے، اس ارشادِ ربانی کے مطابق عالم ملکوت اور افلاک سے تعلق رکھنے والے نفوس اور عقول سے عالم جبروت اجسام سے پاک عقل اول اور زندگی کے بحر بیکراں کی طرف کوچ کر جانے کا نام قیامت کبریٰ انفسیہ ہے

قیامت عظمیٰ انفسیہ

وَاَمَّا الْقِيَامَةُ الْعُظْمٰى الْاَنْفُسِيَّةُ فَالْفَنَاءُ مِنَ الْاَجْسَامِ وَالْاَرْوَاحِ وَالْاَعْيَانِ الثَّابِتَةِ وَالتَّعَيُّنَاتِ بِاَسْرِهَا وَالْوُصُوْلُ اِلَى اللَّاهُوْتِ وَالْاِضْمِحْلَالُ فِيْهِ وَالْبَقَاءُ بِالْحَيَاةِ الْحَقِيْقِيَّةِ فَفِيْ هٰذِهٖ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

جسموں، روحوں، ثابت اعیان اور تعینات سے پوری طرح فنا ہوجانا، عالم لاہوت کو رسائی پاجانا، عالم لاہوت میں مضمحل و نابود ہوجانا اور حقیقی زندگی کے ساتھ اس میں باقی رہنا قیامت عظمیٰ انفسیہ ہے۔ اس حالت خاص میں وہ لوگ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہتے ہیں یعنی بیشک ہم اللہ کی رضامندی کے لیے وجود میں آئے اور یقیناً ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں

قیامت صغریٰ آفاقیہ

وَاَمَّا الْقِيَامَةُ الصُّغْرٰى الْاٰفَاقِيَّةُ فَمَوْتُ وَاحِدٍ مِنَ النَّاسِ بِالْمَوْتِ الطَّبِيْعِيِّ الْاِضْطِرَارِيِّ بِمُوْجَبِ قَاطِعٍ كُلِّيٍّ فِيْ حَالٍ جُزْوِيٍّ لِمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهٗ

ایک جزوی حالت میں کلی طور پر ایک تباہ کن سبب کی بناء پر اضطراری طور پر اپنی طبعی موت سے لوگوں میں سے کسی ایک فرد کے مرجانے کا نام قیامت صغریٰ آفاقیہ ہے اس لیے کہ فرمان رسول ہے مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِیَامَتُہٗ یعنی جو شخص مرجائے تو گویا اس کی

قیامت برپا ہوگئی۔

قیامت وسطیٰ آفاقیہ

وَاَمَّا الْقِيَامَةُ الْوُسْطٰى الْاٰفَاقِيَّةُ فَمَوْتٌ عَامٌ فِى الْاَقَالِيْمِ اِمَّا بِالطَّاعُوْنِ اَوِ الْوَبَاءِ اَوِ الْقَتْلِ الْعَامِ اَوِ الْقَحْطِ الْعَظِيْمِ كَمَا قَالَ جَلَّ ثَنَاؤُهٗ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ

خواہ طاعون کی بیماری سے ہو، خواہ وبائی امراض سے ہو، خواہ قتل عام کی بناء پر ہو یا بہت بڑے قحط سے لوگوں کی موت واقع ہونے کا نام قیامت وسطیٰ آفاقیہ ہے، جیسا کہ خداوند عالم کا ارشاد گرامی ہے وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ

ترجمہ: البتہ ہم تو کو خوف، بھوک، بالوں، جانوں اور پھلوں میں کمی پیدا کرنے جیسی کسی چیز سے ضرور آزمائیں گے۔

قیامت کبریٰ آفاقیہ

وَاَمَّا الْقِيَامَةُ الْكُبْرٰى الْاٰفَاقِيَّةُ فَهَلَاكُ النَّاسِ فِىْ اَقْطَارِ الْعَالَمِ اِلَّا شِرْذِمَةً كَطُوفَانِ نُوْحٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِمَا قَالَ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكَافِرِيْنَ دَيَّارًا

جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے دعا میں فرمایا: رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ

الکافرین دیارا ۔ ترجمہ: پروردگار! روئے زمین پر کافروں میں سے کوئی بھی زندہ نہ چھوڑ، چنانچہ طوفان نوح کی مانند اطراف عالم میں ایک چھوٹی سی جماعت کے سوا عام لوگوں کی ہلاکت کا نام قیامت کبری آفاقیہ ہے۔

قیامت عظمی آفاقیہ

وَاَمَّا الْقِیَامَۃُ الْعُظْمٰی الْاٰفَاقِیَّۃُ فَاِحَاطَۃُ کُرَۃِ الْمَاءِ بِکُرَۃِ التُّرَابِ عَلٰی طِبْقِ طَبِیْعَتِہِمَا الْاَصْلِیَّۃِ بِرَتْقِ مِنْطَقَۃِ الْبُرُوْجِ وَمُعَدِّلِ النَّہَارِ وَلَا یَبْقٰی عَلٰی وَجْہِ الْاَرْضِ مُتَنَفِّسٌ "کُلُّ مَنْ عَلَیْہَا فَانٍ وَّیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ"

نظام شمسی کے منطقہ بروج مختل ہونے اور نظام ایام کا اعتدال معطل ہونے کی وجہ سے کرہ آب کا کرہ خاک کو اپنے اپنے اصلی طبعی میلان کے مطابق پوری طرح گھیر لینے کا نام قیامت عظمی آفاقیہ ہے۔ ایسے میں روئے زمین پر کوئی بھی ذی روح باقی نہیں رہے گا۔ فرمان خداوندی ہے "کُلُّ مَنْ عَلَیْہَا فَانٍ وَّیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ" ترجمہ: زمین پر موجود ہر جاندار فنا ہونے والا ہے اور تیرے پروردگار ذوالجلال والاکرام کی ذات باقی رہے گی۔ اللہ پاک نے ہم کو اسی قیامت کی خبر دی ہے۔

وَمِنْ ھٰذِہِ الْقِیَامَۃِ اَخْبَرَنَا اللہُ تَعَالٰی وَقَالَ اِنَّ اٰیَۃً لَّا رَیْبَ فِیْہَا فَفِیْ ھٰذِہٖ

الْحَالَةِ رَبُّ الْأَرْبَابِ جَلَّتْ عَظَمَتُهُ يُخَاطِبُ الْعَالَمِيْنَ وَيَقُوْلُ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ عَلٰى رَغْمِ اَنْفِ الْجَبَابِرَةِ وَلَمْ يَبْقَ اَحَدٌ لِيُجِيْبَهُ فَيُجِيْبُ نَفْسَهُ "لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ"

فرمان باری ہے اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا۔ ترجمہ: بے شک قیامت کی گھڑی آنے والی ہے، اس میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ اس حالت میں بڑی عظمت والے رب الارباب مخلوقات سے مخاطب ہوگا اور ارشاد فرمائے گا: لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ یعنی آج کے دن اقتدار اعلیٰ کس کو حاصل ہے؟ "ظالموں کا خانہ خراب ہو جائے گا"۔ کوئی بھی ایسا باقی نہیں رہے گا جو پروردگار کے اس سوال کا جواب دے سکے۔ چنانچہ خداوند عالم خود اپنی ذات کے لیے جواب میں ارشاد فرمائے گا "لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ" یعنی آج کے دن اقتدار اعلیٰ قہر والے خدائے یکتا کو حاصل ہے۔

اَيُّهَا الْوَلَدُ الْاَعَزُّ مِنْ قُرَّةِ عَيْنِيْ فَاعْتَبِرْ اَنَّ الْمُلْكَ وَالْمَالَ وَالْعَسْكَرَ اَيْنَ اَيْنَ الْاَكَاسِرَةُ وَطَاقَتُهُمْ اَيْنَ الْجَبَابِرَةُ وَطَمْطَرَاقُهُمْ وَاَيْنَ الْفَرَاعِنَةُ وَحَشَمَتُهُمْ قَدْ قَرُبَ عُمْرُكَ اِلٰى اَرْبَعِيْنَ وَقَالَ سَيِّدُ الْمُرْسَلِيْنَ مَنْ بَلَغَ اَرْبَعِيْنَ وَلَمْ يَغْلِبْ خَيْرُهُ عَلٰى شَرِّهٖ فَهُوَ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ۔

"اے آنکھ کی ٹھنڈک سے زیادہ پیارے بیٹے! تو دل عبرت حاصل کر کے سلطنت، مال اور لشکر کہاں ہوگا، شاہان کسریٰ اور ان کی طاقت کہاں ہوگی، ظالموں اور ان کی پرغرور

خودنمائیاں کہاں ہوگئیں، فرعون اور ان کی جاہ و عزت کہاں ہوگی، اور سرکشوں اور ان کی سرکشی کہاں ہوگی، تیری عمر چالیس کو پہنچی ہے اور سید المرسلین ﷺ کا فرمان ہے مَنْ بَلَغَ اَرْبَعِیْنَ وَلَمْ یَغْلِبْ خَیْرُہٗ عَلٰی شَرِّہٖ فَھُوَ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ۔ جو شخص چالیس سال کی عمر کو پہنچے اور اس کی نیکی کو اس کی برائی پر غلبہ حاصل نہ ہو سکے تو وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہے۔

اَللّٰھُمَّ طَوِّلْ عُمُرَھُوَ وَفِّقْہُ بِالتَّوْبَۃِ لِاِعَانَۃِ الدِّیْنِ۔
پروردگار! میرے بیٹے کی عمر کو دراز فرما اور دینی خدمت کی خاطر اسے توبہ کرنے کی توفیق دے۔

قبر پر اعتقاد کا مسئلہ

وَيَجِبُ اَنْ تَعْتَقِدَ اَنَّ الْقَبْرَ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ اَوْحُفْرَةٌ مِنْ حُفَرِ النِّيْرَانِ كَمَا اَخْبَرَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ۔ "اَلْقَبْرُ رِيَاضِ الْجَنَّةِ اَوْحُفْرَةٌ مِنْ حُفَرِ النِّيْرَانِ"۔

اس بات پر اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغیچہ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے جیسا کہ رسول اکرم ﷺ نے ہمیں اس کی خبر دی ہے۔ فرمان رسولؐ ہے "اَلْقَبْرُ رِيَاضِ الْجَنَّةِ اَوْحُفْرَةٌ مِنْ حُفَرِ النِّيْرَانِ" ۔قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغیچہ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے

منکرونکیر کے سوال، پل صراط، میزان، حساب، جنت دوزخ پر اعتقاد کا مسئلہ

وَيَجِبُ اَنْ تَعْتَقِدَ سُوَالَ الْمُنْكَرِ وَالنَّكِيْرِ وَالصِّرَاطَ وَالْمِيْزَانَ وَالْحِسَابَ وَالْجَنَّةَ وَالنَّارَ بِصُوَرٍ اُخْرَوِيَّةٍ مِنْ غَيْرِ تَاوِيْلٍ ۔

کسی قسم کی تاویل کے بغیر اخروی زندگی کی لائق ومناسب صورتوں میں منکرونکیر کے سوال،

بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ کرنے پر اعتقاد کا مسئلہ

وَيَجِبُ اَنْ تَعْتَقِدَ اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِي الْعِظَامَ الرَّمِيْمَ فِي الْقِيَامَةِ الْعُظْمٰى وَ يُفِيْضُ عَلٰى كُلِّ جَسَدٍ رُوْحَهُ وَيُنْشِئُ النَّاسَ كَمَا اَنْشَاَهُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَيَكُوْنُ ذَالِكَ بَعْدَ حِيْنٍ وَلٰكِنَّ الْاِنْسَانَ اِذَا مَاتَ فَيُنَعَّمُ وَيُعَذَّبُ بِالْبَدَنِ الْمُكْتَسَبِ الْاُخْرَوِيِّ الْمِثَالِيِّ بِلَا تَرَاخٍ۔

اس بات پر اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑی قیامت کے روز بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ کرے گا، ہر ایک جسم میں روح ڈالے گا اور لوگوں کو ایسا ہی پیدا کرے گا جیسا کہ اس نے ان کو پہلی بار دنیا میں پیدا کیا۔ یہ صورت حال ایک خاص وقت کے بعد ہوگی۔ لیکن انسان جب مر جاتا ہے تو عالم آخرت کے مثالی اکتسابی جسم کے ساتھ کسی قسم کی تاخیر کے بغیر اس کو نعمت عطا کی جاتی ہے یا عذاب میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ یعنی نعمت کے حق دار کو نعمت ملے گی اور عذاب کے مستحق کو عذاب

جنت کی نعمتوں پر اعتقاد کا مسئلہ

وَيَجِبُ اَنْ تَعْتَقِدَ اَنَّ الْجَنَّةَ فِيْهَا اَنْهَارٌ، وَاَشْجَارٌ، وَاَثْمَارٌ، وَحُوْرٌ، وَقُصُوْرٌ،
وَغِلْمَانٌ، وَ وِلْدَانٌ وَمَا تَشْتَهِي الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ وَكُلُّهَا اَشْرَفُ وَاَلْطَفُ
وَاَلَذُّ مِنْ نَعِيْمِ الدُّنْيَا وَالْعَوَامُّ اِنْ سَمِعُوْهَا هٰذِهِ الطَّائِفَةُ رَاَوْهَا كَمَا وَعَدَهَا
اللّٰهُ وَذَكَرَهَا فِي الْقُرْاٰنِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَخْبَرَ عَنْهَا۔

اس بات پر اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ جنت میں نہریں ہیں، درخت ہیں، میوہ جات ہیں، حوریں ہیں، محلات ہیں، غلمان ہیں، والدان ہیں اور ہر وہ چیز ہے جو کہ نفسوں کو چاہت کے عین مطابق ہے اور نگاہوں کو خوب بھاجاتی ہے۔ جنت کی یہ تمام نعمتیں دنیوی نعمتوں سے زیادہ عمدہ، زیادہ پر لطف اور زیادہ مزیدار ہیں، عوام الناس اگرچہ ان نعمتوں کو سن چکے ہیں، پر یہ گروہ خاص ان نعمتوں کو دیکھ چکا، جیسا کہ اللہ پاک نے ان نعمتوں کا وعدہ کیا ہے اور قرآن مجید میں ان کو بیان فرمایا ہے، نیز رسول اکرم ﷺ نے ہم کو ان نعمتوں کی خبر دی ہے۔

دوزخ کے عذاب پر اعتقاد کا مسئلہ

وَيَجِبُ أَنْ تَعْتَقِدَ أَنَّ الْجَحِيْمَ فِيْهَا نِيْرَانٌ وَحَيَّاتٌ وَعَقَارِبُ وَظُلُمَاتٌ وَكُدُوْرَاتٌ وَعَذَابٌ أَلِيْمٌ وَأَنْوَاعُ الْمِحَنِ وَالْعُقُوْبَاتِ كَمَا وَرَدَ فِي التَّنْزِيْلِ مِنْ غَيْرِ تَحْرِيْفٍ وَتَأْوِيْلٍ وَكَانَتِ الْجَنَّةُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْجَحِيْمُ فِي أَسْفَلِ السَّافِلِيْنَ وَهُمَا الْآنَ كَانَتَا مَوْجُوْدَتَيْنِ وَأَهْلُ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ يَصِلَانِ إِلَيْهِمَا بِالْأَبْدَانِ الْمُكْتَسَبَةِ الْمِثَالِيَّةِ كَمَا فِي الْمَنَامِ لِأَنَّ النَّوْمَ أَخُ الْمَوْتِ وَتِمْثَالُهُ وَمَنِ اعْتَقَدَ هٰذَا الْقَدْرَ صَارَ إِيْمَانُهُ مُطَابِقًا لِلْوَاقِعِ صَحِيْحًا عِنْدَ اللّٰهِ فَاكْتَفَيْنَا عَلٰى هٰذَا الْقَدْرِ لِأَنَّ الْوَقْتَ لَا يَقْتَضِي الْإِطْنَابَ وَاللّٰهُ الْمُلْهِمُ بِالصَّوَابِ ۔

اس بات پر اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ دوزخ میں آگ، سانپ، بچھو، تاریکیاں، گھن آنے والی چیزیں، دردناک عذاب اور قسم قسم کی تکلیفیں اور سزائیں ہیں، جیسا کہ کسی قسم کے ہیر پھیر اور کسی قسم کی تاویل کے بغیر قرآن مجید میں ان کا بیان آیا ہے

جنت آسمانوں میں ہے اور دوزخ زمین کے سب سے نچلے طبقے میں ہے جنت اور دوزخ دونوں ابھی سے موجود ہیں۔ عالم آخرت کے مثالی اکتسابی جسموں کے ساتھ جنت والے جنت کو اور دوزخ والے دوزخ کو رسائی پا سکتے ہیں جیسا کہ نیند میں ہوتا ہے۔ کیونکہ نیند موت کا بھائی اور اس کی تصویر ہے جو کوئی بھی اسی قدر اعتقاد رکھے گا، اس کا ایمان اللہ

پاک کے نزدیک درست اور واقع کے مطا

بق ہوگا۔ لہذا ہم نے اسی قدر بیان پر اکتفا کیا کیونکہ لمبی لمبی بحث میں پڑنا وقت کا تقاضہ

نہیں۔ اللہ تعالیٰ دلوں میں راست امور کا القا فرمانے والا ہے۔